پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

اللہ
نور
السمٰوٰت
والارض

25/4/74

LIBRARY

معجزہ نمائی

ایسی جامع متضاد صفات کی ہستی جو صاحبِ شمشیر و نگیں بھی ہو اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گدائے بینوا بھی، فرمانروائے جہاں بھی ہو، سوگوار بھی، مفلس و قانع بھی ہو اور غنی بھی، جس کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی و تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو، جس کے پاؤں رات رات بھر نماز میں کھڑے رہنے سے آماس کر آتے ہوں، اگر کوئی ایسا وجود بیان کیا جائے جو خدا کی طرف سے ہدایت کی نشانی یا آیت معلوم ہو، تو اس شخص کو اس کے تسلیم و قبول میں کیا تامل ہو سکتا ہے جو خدا اور غیب پر ایمان رکھتا ہے۔

لیکن جو شخص ملحدوں کی طرح خدا اور غیب ہی کا منکر ہو، یا فرعون کی طرح خود اپنے کو خدا کہتا ہو (انا ربکم الاعلیٰ) یا جس کے سینہ کو ابوجہل و ابولہب کی طرح کفر و عناد کی تاریکی نے سیاہ کر رکھا ہو، اس کے سامنے بڑے سے بڑا معجزہ پیش کرنے پر بھی زیادہ سے زیادہ یہ جواب مل سکتا ہے کہ "سحر مستمر"۔

یہی وجہ تھا کہ سیرت نبوی کے سارے دفتر میں مشکل ایک آدھ ایسا واقعہ ملتا ہے کہ معجزات کی بنا پر لوگوں نے رسالت کی تصدیق کی ہو، بلکہ عہد رسالت کے ہزاروں ایمان لانے والے وہی ہیں جن کے دل میں ایمان کا معجزہ تھا اور جن کے لئے "روئے و آواز پیمبر" ہی اصل معجزہ تھا۔ گو آج ظاہری روئے و آواز ہم سے مستور ہے، لیکن معنوی آواز "قرآن" اور حقیقی "روئے پیمبر" سیرت طیبہ ابد الآباد تک ذوق ایمانی رکھنے والوں کے لئے "معجزہ نمائی" کرتی رہے گی۔ — سیرۃ النبی

مولانا سید
سلیمان ندوی

عرب لیگ — جس کی عمر انجمن اقوام متحدہ سے بڑی ہے

ھدایت اللہ ہمدانی

اگر عرب لیگ کی حالت قوت گویائی رکھتی تو بہت سی حیرت انگیز باتیں سامنے آتیں۔ اس لئے کہ اس نے بہت سے گرم و سرد حالات دیکھے اور بے شمار حوادث و واقعات کے سامنے سے گزری۔ اس کی کہانی ۳۰ سال سے زیادہ طویل ہے۔

عرب لیگ عمر میں انجمن اقوام متحدہ سے ساڑھے تین ماہ بڑی ہے۔ عرب لیگ کا قیام ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء کو عمل میں آیا اور اقوام متحدہ ۲۶ جون ۱۹۴۵ء میں قائم ہوئی۔ انجمن اقوام متحدہ کی ایسی ذیلی کمیٹیاں ہیں اور عرب لیگ کی بھی ذیلی کمیٹیاں۔

عرب لیگ ایک دس منزلہ بالا عمارت میں ہے۔ یہ خوبصورت اور دلکش عمارت ہیں ان تمام کمیٹیوں اور متعلقہ شعبوں کے دفاتر ہیں اور ان کے مستقل ناظم و نگراں اور عملہ ہے۔

ہم نے اقتصادی شعبہ، ثقافتی شعبہ، شعبہ نشر و اشاعت، شعبہ تعلیم وغیرہ اور ان کی کارکردگی کا تفصیلی جائزہ لیا۔ شعبہ نشر و اشاعت کے عراقی ڈپٹی سکریٹری نے ہمیں بتایا کہ "عرب لیگ نے ۱۹۴۵ء میں جب لندن میں پارک میں نشر و اشاعت کا دفتر کھولا تو جب پروپیگنڈہ کے میدان میں قدم رکھا تو ہم نے کیا پایا۔۔؟

۱۔ عربوں کے متعلق زبردست تاریخی اور ثقافتی غلط فہمیاں۔

۲۔ امریکی سوسائٹی میں عربوں کے بارے میں یہودیوں کے غلط اثر کا زبردست احساس۔

۳۔ صیہونیت کے ذریعہ امریکی یہودیوں کا سیاسی اغراض کے لئے زبردست استعمال۔

۴۔ امریکہ میں بیشتر صحیفوں، اشتہاری اور تجارتی اداروں پر یہودیوں کا تسلط۔

ان حالات میں عرب لیگ کو اپنے مقاصد اور پروگرام کی اشاعت کتنا دشوار ہو گیا اور ایک چیلنج تھا جسے قبول کرنے کی پوزیشن میں ہم نہیں تھے کیونکہ:

۱۔ عرب لیگ کو قومی سطح پر انجام دینے اور کامیاب بنانے کے لئے ٹھوس بنیادوں کا فقدان۔

۲۔ عرب جماعتیں اور افراد کا امریکی سوسائٹی میں گھل جانا۔

۳۔ وہ امریکی شخصیتیں جو عربوں کی حامی تھیں ان میں یہودیوں کے ڈر سے اسکے اظہار یا اعلان کی جرأت کی کمی۔

ان تمام مشکلات کی وجہ سے باہر او تربیت یافتہ افراد کے باوجود عربی نشریات بے اثر تھیں۔ ان رکاوٹوں کے باوجود عرب لیگ جنیوا، کینیڈا، برازیل، ارجنٹائن، اٹلی، جرمنی، فرانس، جاپان اور افریقی ممالک میں اپنے دفاتر قائم کرنے میں کامیاب رہی۔ عربی نشریات کا کام خوب تیز ہو رہا ہے اور نشریوں کی صورت میں ہوتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ ہوئی اور اسرائیل کے کرنے جیتنے کی وجہ سے عالمی صورت حال میں تبدیلی آنے لگی۔ پہلے تو اسرائیل نے دنیا بھر میں پروپیگنڈا کیا تھا کہ وہ ایک مظلوم قوم کا ایک چھوٹا سا ملک ہے جو زندہ رہنا چاہتی ہے ۔۔۔۔ عرب چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور اسے سمندر میں دھکیل دینا چاہتے ہیں ۔۔۔۔ لیکن عرب اسرائیلی جنگ ۱۹۶۷ء کے بعد صورت حال بدل گئی۔ اسرائیل جارحانہ قوت کے ساتھ عرب علاقے چھینا۔ اقوام متحدہ کے اصول اور تجاویز کو ٹھکرا کر اور اپنی فوجی طاقت پر ناز کرتا ہوا دنیا کے سامنے خود آ گیا۔

دوسری طرف عرب پروپیگنڈہ میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس نے بلا واسطہ خبروں پر بالواسطہ خبروں کو ترجیح دی۔ برطانوی ممبران پارلیمنٹ، صحافیوں اور مشہور تعلیم یافتہ حضرات کی ۹۰ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل دی گئی۔ ان لوگوں نے ٹیلیویژن، پارلیمنٹ، اخبارات، رسالوں اور تقریروں میں عربوں کے نظریات و خیالات اور ان کے کاز کی موثر حمایت اور وکالت کی۔

اسرائیل شکن سکریٹری شعبہ نشر و اشاعت نے مزید کہا۔ ہاں اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ نے پانسہ ہی پلٹ دیا اور اب ہم مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں:

۱۔ متحدہ عرب محاذ کا ترجمان اور عربوں کے موقف کا خالص اظہار۔ پہلے عربوں میں باہم شدید اختلاف تھا مگر اب الحمدللہ حالات بدل گئے ہیں۔

۲۔ پٹرول کے ہتھیار کا موثر استعمال۔

۳۔ عربوں میں شہری زندگی، عیش اور آرام طلبی کی بجائے جفاکشی اور جنگی اسپرٹ کا فروغ۔

یہ تمام باتیں جدید ضروریات، بدلتے ہوئے سیاسی حالات اور عربی پروپیگنڈہ کی آمدنی اور ملازمین کی تعداد میں اضافہ کی متقاضی ہیں۔

ہر عرب کی ذمہ داری: نشریات کے عرب لیگ سکریٹری نے آخر میں کہا کہ "عرب پروپیگنڈہ ذمہ داری ایک مشترک ذمہ داری ہے اور یہ ہر عرب حکومت، عرب حکمراں اور عرب نمائندہ پر عائد ہوتی ہے۔ یہ تنہا عرب لیگ کی ذمہ داری نہیں۔

عرب لیگ مشن کے دفاتر اور ان کی سرگرمیاں صرف دارالحکومتوں تک محدود ہے جب کہ عرب ممالک کے ڈپلومیٹ مشن دنیا کی تقریباً ہر راجدھانی میں ہے اس میں شک نہیں کہ یہ ممالک بھی عرب نشریات کے سلسلے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

بیرونی ملکوں میں سفر کرنے والے ہر عرب کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے وطن اور اپنے موقف کا داعی بنے اور اپنی عربیت پر نہ شرمائے۔"

عرب لیگ کے انتظامی امور کے متعلق جتنے ادارے ہیں ان میں سے بعض اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ اجتماعی امور کے نگراں ڈاکٹر ابراہیم شنادی نے اپنے ادارے کی سرگرمیوں کے متعلق بتلایا کہ "ہماری ایجنسی کی کارکردگی یہ ہے کہ ہم نے عرب لیگ کے ممبران کو باہمی تعاون پر آمادہ کیا ہے۔ اسی ذریعہ سے عربوں کی صنعتی، سماجی اور اقتصادی ترقی ہو سکتی ہے۔ ہم نے باہمی تعاون سے متعلق ایک فارمولا بھی تیار کیا ہے جسے اقوام متحدہ اور دیگر ممالک نے بھی پسند کیا ہے۔

اگر عرب ممالک باہمی تعاون اور اقتصادی امداد پر عمل پیرا ہوں تو عرب قوم کے منصوبے کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس ادارے نے عراق اور اجتماعی مرکز کھولے ہیں ۔۔۔ اس سال یمن، عدن اور موریطانیہ میں ایسے مرکز قائم ہوئے ہیں جن پر تقریباً ۸ ہزار ڈالر کی لاگت آئی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی تربیت پر ۳۰ ہزار ڈالر صرف ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر شنادی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "عرب لیگ کا وفد عمان اور طرابلس میں دو ٹی مرکز کھولے ہیں۔ اب ہم نے یمن میں اسپتال بنانے کے لئے ایک لاکھ ڈالر کا بجٹ بنایا ہے۔ اس طرح کئی عرب ممالک میں جگہ کیمپ قائم کر سکتے ہیں جن پر ڈیڑھ کروڑ ڈالر لاگت آتی ہے۔"

عرب یونسکو: عرب لیگ کی ذیلی تنظیموں میں کارکردگی کے اعتبار سے سب سے بہتر "مرکز تعلیم و ثقافت" ہے۔ یہ گویا عرب "یونسکو" ہے۔

ہم اس کے سکریٹری ڈاکٹر عبدالعزیز سے ملے جنہوں نے بتایا کہ "حال ہی میں یہ مرکز کھلے ہیں۔ عرب ممالک نے اس میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ابو ظہبی، قطر اور بحرین عرب لیگ میں شامل ہونے سے پہلے اس میں شریک ہوئے۔ فی الحال ممبر ممالک کی تعداد ۱۲ ہے۔ اس مرکز کا نمایاں قدم غیر عربی ممالک میں عربی زبان و ادب کی تعلیم کا بندوبست کرنا ہے۔ اس سلسلے میں متعلق مختلف مطبوعات شعبہ تعلیم بالقرآن، شعبہ افسروں کا تعاون، اور عرب لیگ رہبر ہے۔"

سید نوفل سے ملاقات: "یہ دو دن کے انتظار کے بعد عرب لیگ کے جنرل سکریٹری سے ہم نے ملاقات کی۔ انہوں نے صاف صاف کہا کہ "ہمیں اپنی مشکلات اور اپنی خامیوں کا بخوبی احساس ہے اور اس کی اصلاح کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ ہماری ہر حکومت سے درخواست ہے کہ وہ عرب لیگ کی مدد کرے، اس کی حمایت کرے اور تقویت پہنچائے۔

عرب لیگ ہم سب کا آئینہ ہے: ڈاکٹر سید نوفل نے کہا کہ "عرب لیگ کسی استثناء کے بغیر ہر عرب کی آئینہ دار ہے۔ اگر ہم قوی ہوں گے تو عرب لیگ قوی ہوگی۔ اگر ہم کمزور ہوں گے تو عرب لیگ کمزور ہوگی۔ اگر ہم متفرق ہوں گے تو وہ بھی بکھر جائے گی ۔۔۔ اگر ہم جذباتی ہوں گے تو یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو عرب لیگ کے لئے کام کر رہا ہو وہ بھی جذباتی ہو ۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم کل کے مقابلے میں آج بہتر حالت میں ہیں۔"

عرب لیگ کے ممبر ممالک — Members of the Arab League

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

جلد ۱۰ — شمارہ ۱۲

سالانہ: دس روپئے — فی پرچہ چالیس پیسے

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵ اپریل سنہ ۱۹۷۳ء — یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۳ھ

اسحاق جلیس ندوی

سیاسی سنیاسی کا اپدیش

جے پرکاش نرائن ملک کے جانے پہچانے لیڈروں میں ہیں۔ ان کی ماضی کی خدمات اور اہلیت کی بنا پر "نہرو کے بعد کون؟" (AFTER NEHRU WHO) اس کتاب کے مصنف نے پنڈت جواہر لال نہرو کے متوقع جانشینوں میں انھیں سرفہرست جگہ دی تھی۔ خود آنجہانی پنڈت نہرو نے اشارۃً و کنایۃً اپنی جانشینی کے لئے جے پرکاش نرائن کا نام لیا تھا۔ مگر پنڈت نہرو کی زندگی ہی میں جے پرکاش عملی سیاست سے کنارہ کش ہو کر آچاریہ ونوبا بھاوے کی بھودان اور سرودیہ تحریک سے وابستہ ہوگئے تھے۔ ملک کے حالات پر وقتاً فوقتاً اپنے مخصوص خیالات کے اظہار کے علاوہ انھوں نے متبادل قیادت فراہم کرنے کا اہم کام انجام نہیں دیا جس کی وہ اہلیت بھی رکھتے تھے اور حالات بھی ان کے لئے سازگار تھے۔

شاید بعض حضرات کو ہماری اس بات سے اتفاق نہ ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ملک کی موجودہ قیادت میں جو زبردست خلا نظر آتا ہے اس کے پیدا کرنے میں جے پرکاش نرائن کے رویئے کو بڑا دخل ہے۔

آزادی سے قبل کانگریس جیسی مقبول اور واحد نمائندہ جماعت میں جے پرکاش نرائن کی قیادت میں جوانوں نے سوشلسٹ فورم بنایا تھا۔ اس گروپ میں وہ لوگ تھے جو نہرو، پٹیل، راجندر پرشاد، ابو الکلام آزاد، راج گوپال اچاریہ، پٹابھی سیتا رامیہ، شنکر راؤ دیو، ڈاکٹر سید محمود، رفیع احمد قدوائی وغیرہ اس پہلی صف کی جانشینی پر آجاتے۔ مگر آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء میں کانگریس سوشلسٹ فورم جے پرکاش نرائن کی قیادت میں کانگریس سے علیحدہ ہوا اور اس نے سوشلسٹ پارٹی کے نام سے اپنی علیحدہ سیاسی تنظیم بنالی۔ اس پارٹی میں وہ سرگرم اور فعال عنصر شامل تھا جو کانگریس کی صف اول کی لیڈر شپ کا جانشین بنتا۔ اس گروپ میں جے پرکاش نرائن کے علاوہ آچاریہ نریندر دیو، اشوک مہتا، اچیوت پٹوردھن، ڈاکٹر لوہیا، معین الدین حارث، ٹی پرکاشم، ایس ایم جوشی، میر مشتاق احمد، این جی گورے، مدھو لیمئے، پروفیسر مدھو ڈنڈوتے، یاسف انصاری، منی رام باگڑی، راؤ صاحب پٹوردھن وغیرہ شامل تھے۔ جے پرکاش نرائن قلیل مدت تک اس پارٹی کے سربراہ رہے۔ ان کی شخصیت اپنے رفقاء میں غیر مختلف فیہ تھی اور اس بات کی توقع تھی کہ ملک میں یہ پارٹی ایک طاقتور حزب مخالف اور متبادل قیادت کی فراہمی کا سامان کرے گی مگر جے پرکاش نرائن نے کسی معقول بنیاد کے بغیر سیاست سے سنیاس لے لیا۔ جے پرکاش نرائن سوشلسٹ پارٹی میں نکتۂ اتحاد سمجھے جاتے تھے۔ ان کی علیحدگی نے اس موثر گروپ کو جو جنگ آزادی میں بہت مصروف رہا تھا جسے گاندھی جی اور دوسرے سینئر لیڈروں کے ساتھ کام کرنے کا موقع بھی ملا تھا، جو نسبتاً لبرل خیالات کا حامل تھا بے اثر کر دیا اور یہ گروہ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ کر ضائع ہوگیا۔ اس گروپ کا کوئی بھی فرد آنے والے دور میں ملک کی کوئی مفید خدمت انجام نہ دے سکا اور اپنی صلاحیت کے اظہار کے ہر موقع سے محروم رہا۔ ملک کے اس قیمتی عنصر کو ضائع کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری جے پرکاش نرائن پر عائد ہوتی ہے۔ خود جے پرکاش نرائن اپنی شخصیت اور اثر سے ملک کی کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہ دے سکے۔ سرودیہ تحریک اور بھودان موومنٹ ان کی شرکت کے باوجود بے جان ثابت ہوگئی۔ جے پرکاش جیسی شخصیت کے بعد ملک میں اخلاقی اقدار کے احیاء کے تحریکی کام کی طرف بھی توجہ نہ دے سکے جس کی ملک کو بڑی ضرورت تھی۔ گاندھی جی کے بعد اس میدان میں کسی بااثر شخصیت کا ملک منتظر تھا۔

جے پرکاش نرائن کے گزشتہ [illegible] سال کا جائزہ لیجئے تو ان میں سے ایک بھی کارنامہ [illegible] خدمت میں شمار ہونے کے قابل نہیں، جو ان کی [illegible] کے لئے چند [illegible] سرودیہ انسانی ہمدردی

اور تقسیم کے سلسلے میں بے نتیجہ اور غیر منظم روڑے اٹکانے، بنگلہ دیش [illegible] کو تو [illegible] ناگالینڈ [illegible] مصالحت کی کوشش، بنگلہ دیش پر پاکستان کے [illegible] کشمیر، فرقہ وارانہ فسادات اور عام ملکی حالات پر متضاد بیانات اور ان تمام سرگرمیوں میں سنجیدگی، مستقل مزاجی اور اصول پسندی کا فقدان، یہ ہے مختصر سی گزشتہ ربع صدی کی خدمات کا گوشوارہ۔

سیاست سے کنارہ کشی کے بعد خدمت کا ایک وسیع میدان جے پرکاش نرائن کا منتظر تھا۔ جبل پور، راوڑکیلا کے زبردست فرقہ وارانہ فسادات کے بعد ہمارے بزرگوں نے بھی جے پرکاش نرائن اور ان کے روحانی اور سماجی گرو آچاریہ ونوبا بھاوے کو خدمت کے اس میدان کی طرف متوجہ کیا تھا اور اپنے ہر طرح تعاون کی پیشکش کی تھی، مگر ان دونوں نے اس تجویز کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ ملک میں بڑھتے ہوئے تشدد، لاقانونیت، انارکی اور کرپشن کی عام فضا کو ختم کرنے کے لئے بے لوث جدوجہد اور انسانوں میں انسانیت کے زوال و انحطاط کو دور کرنے کی ہمہ گیر تحریک کی ہر زمانہ میں ضرورت رہی ہے اور آزادی کے بعد تو اس سے غفلت اور بے اعتنائی کا کوئی جواز نہ تھا مگر سیاست کو گندہ، مسموم اور عوام کی خدمت کے لئے غیر مفید قرار دینے والے جے پرکاش اور آچاریہ بھاوے ملک و قوم کی خدمت کے اس میدان سے گریزاں رہے۔ نتیجہ یہ کہ ملک روز بروز اخلاقی معاملات میں دیوالیہ، اصول پسندی میں قلاش اور مخلص قیادت سے محروم ہوتا چلا گیا۔ اخلاقی انحطاط کے اس نقطۂ عروج پر جے پرکاش نرائن نے اپنی عمر و صحت کے مائل بہ زوال مرحلہ میں ایک غیر سیاسی تنظیم "شہری برائے جمہوریت" (CITIZENS FOR DEMOCRACY) قائم کرلی ہے۔ اس تنظیم کی افتتاحی کانفرنس میں گیارہ نکاتی منشور پیش کیا گیا۔ رشوت، گرانی، بدعنوانی کے خلاف عوامی رائے عامہ کو بیدار کرنے اور عدم تشدد کے ذریعہ غیر سیاسی بنیاد پر مطالبات کو منوانے کا اعلان ہوا۔

اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جے پرکاش نرائن نے جو اپدیش کیا ہے اس سے ملک کے ہر بہی خواہ کو اتفاق ہوگا مگر اس بات کا بہر حال اندیشہ ہے کہ یہ تحریک بھی جے پرکاش نرائن کی اور تحریکوں کی طرح بے نتیجہ بن کر رہ جائے۔

حکمراں جماعت اور اپوزیشن سیاسی جماعتوں کو اس تحریک سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ سے ملک کے باشندوں کی بڑی تعداد اس تحریک سے کنارہ کش رہے گی۔ مسلمانوں کے لئے اس تحریک میں کوئی کشش نہیں بلکہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت جو مسلمانوں پر مشتمل ہے اس تحریک سے روز اول ہی سے ناامید ہے [illegible] جے پرکاش نرائن کی یہ تحریک مسلمانوں کے [illegible] مطالبات میں شامل کرے [illegible] ملک کے وسیع تر مفادات پر سوچنے والوں کا اس تنگ نظری اور غیر حقیقت پسندی کا جواب عام یہی ہے کہ وہ کسی بھی مرحلہ اور کسی بھی موقع پر مسلمانوں کے امتیازی تشخص اور ان کے ملی تقاضوں [illegible]۔ جے پرکاش نرائن انصاف، مساوات، جمہوریت، رواداری اور حقائق پسندی کے اپدیش میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں مگر عمل کی دنیا میں منصفانہ [illegible]

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

عصمت اللہ تقی

ایک عظیم عرب مرثیہ گو خاتون

شاعری سیلی ہماری ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

" عربوں کے اندر شاعری کی ابتدا بالکل فطرت کے اصول پر ہوئی ہے یعنی جو جذبات دلوں میں پیدا ہوتے تھے وہی اشعار میں ادا کر دئے جاتے تھے ۔ جذبات میں درد و غم کا جذبہ اور جذبات سے قوی تر ہے اور جس جوش سے یہ ظاہر ہوتا ہے اور جذبات سے ظاہر نہیں ہو سکتے "

حقیقت بھی یہ ہے کہ انسانی زندگی ، رنج و غم ، خوشی و شادمانی ، عشق و محبت کا ایک مجموعہ ہے ۔ لیکن ان تمام جذبات میں سب سے قوی جذبہ رنج و غم کا ہے ۔ مرثیے بھی اسی حالت میں کہے جاتے ہیں جبکہ شاعر کا دل درد و غم سے لبریز ہوتا ہے اور وہ سراپا جوش بن جاتا ہے ۔ اس کی آہ و زاری لوگوں کو تڑپا دیتی ہے اور اس کے مرثیے لوگوں کے دلوں پر نشتر کا کام دیتا ہے ۔ لیکن یہ اسی وقت ہے جبکہ خود شاعر کے اندر سے جذبہ فطری طور پر موجزن ہو ۔ اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہو ، تو اس میں غیر معمولی حالت طاری ہو جاتی ہے ، لیکن دوسرے اصناف نظم کی طرح مرثیہ گوئی کو بھی اگر کوئی کسب معاش کے طور پر کہے تو اس میں زوال آجاتا ہے اور یہ دلوں میں نشتر کا کام نہیں دیتا ۔

بعثت نبوی سے پندرہ بیس سال قبل عرب کے میدان شعر و شاعری کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے چشم تصور میں لا کر خاص کر بازار عکاظ کا ملاحظہ فرمائیے ، تو ہمیں حد نگاہ تک لوگوں کا ایک سمندر موجزن دکھائی دیتا ہے ۔ ان کے درمیان رنگ برنگے خیمے استادہ نظر آتے ہیں ، ان میں بعض خیمے تو خصوصاً لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور لوگ ریلا در ریلا ان خیموں کی طرف بڑھ رہے ہیں جس سے عربوں کی شعر و شاعری کے ذوق کا پتہ چلتا ہے ۔ خیموں کے دروازوں پر جھنڈے بھی لہرا رہے ہیں جن پر شاعر کا نام اور اس کے ساتھ مختلف خطاب لکھے ہوئے ہیں ۔

لیکن جہاں تک مرثیہ کا تعلق ہے علماء کا اس پر اتفاق ہے خنساء سا درد بھرے مرثیے کہنے والا شاعر پیدا ہی نہیں ہوا ، اسی وجہ سے اس کے جھنڈے پر " الخنساء ارثی العرب " لکھا ہوا ہے ۔

اس عظیم مرثیہ گو کا اصلی نام تماضر بنت عمرو الشرید ہے ۔ خنساء اس کا لقب ہے جو بہت مشہور ہو گیا ، شرافت کے حیثیت سے محل میں اس نے جنم لیا ، اور گلستان خضیلت میں اس نے پرورش پائی ، حسن خاندان میں یہ خاتون گلِ رعنا تھی ۔ لیکن اس خاتون کا اصلی جوہر اسی وقت ظاہر ہوا جب اس کے دو بھائی معاویہ و صخر کا دشمنوں کے ہاتھوں بے دردی سے قتل ہوا ۔ چونکہ باپ کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور وہ اپنے دونوں بھائیوں خاص کر صخر سے بے انتہا محبت کرتی تھی ، اچانک اس جدائی سے اس کو سخت صدمہ پہنچا ۔ اس کے بعد خنساء کی زندگی رونے دھونے میں وقف ہو گئی ، جذبات شعر کا روپ دھار کر فضا میں ارتعاش پیدا کرو دینے لگے ۔

نوحہ گری ، مرثیہ گوئی کا یہ سلسلہ ایک مدت تک چلتا رہا ۔ اس مدت میں خنساء نے پر درد جذبات درد و غم سے پُر اشعار کہے جنہے لوگوں کے دلوں پر نشتر کا کام کیا ، سننے والا بھی بیتاب و بے قرار ہو جاتا تھا ، مرنے والا صخر نے تو اپنی بہن کے دل میں محبت و خلوص کے کچھ ایسے انمٹ دلفریش نقوش چھوڑے تھے جن کا مٹنا آسان نہ تھا ۔ صخر کی بہادری ، دلیری ، خلوص و محبت کا تذکرہ اپنے اشعار میں بار بار کرتی ، اور بے اختیار اس کے آنکھوں سے آنسو امڈ آتے یہاں تک کہ زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور درد بھرے لہجے میں کہتی ہے :

> یا عین جودی بدمع منک مسکوب
> کلؤلؤ جال فی الاسماط مثقوب
> انی تذکرته واللیل معتکر
> ففی فوادی صدع غیر مشعوب
> نعم الفتی کان للاضیاف اذ نزلوا
> وسائل حل بعد النوم محروب
> کم من منادٍ دعا واللیل مکتنع
> نفست عنه حبال الموت مکروب

یہ شعر بھی کتنا درد انگیز ہے :

> الا یا صخر ان ابکیت عینی
> فقد اضحکتنی دهرًا طویلا
> دفعت بک الخطوب وانت حی
> فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا
> اذا قبح البکاء علی قتیل
> رأیت بکاءک الحسن الجمیلا

ادھر زمانہ کروٹ لے رہا تھا ، اسلام طلوع ہوا ، اور نور ہدایت پھیلنے لگا ، جہالت کی تاریکی دور ہونے لگی ، شمع ہدایت و رسالت کے پروانے لپکنے لگے ، مدینہ طیبہ وفود کی آماجگاہ بن گیا ، بنو سلیم کے ایک وفد کے ساتھ یہ خاتون بھی آئی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئی ، اسلام لانے کے بعد خنساء کی رونے دھونے کی کیفیت کچھ کم ہو گئی ، اور صبر و تسلی سے کام لینے لگی لیکن جب اپنے چھوٹے بھائی صخر کی یاد آتی تو دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ، اور وہ بے قرار ہو جاتی ، رفتہ رفتہ جب اسلام کی تعلیمات دل میں اتر گئیں تو صبر و قرار سے کام لینے لگیں ۔ آخر عمر میں اسلام نے ان کی کایا ہی پلٹ دی اور ان میں وہ انقلاب عظیم پیدا کر دیا جس کی مثال مشکل ہے ۔

فاروق اعظم کا عہد خلافت ہے فتوحات کا سلسلہ جاری ہے ، روز بروز اسلامی سلطنت وسیع ہوتی جا رہی ہے حضرت عمر فاروق فوجوں کے نظام کو بذات خود مرتب کر رہے ہیں ، ہجرت کا سولہواں سال شروع ہو چکا تھا ، ادھر قادسیہ کی جنگ چھڑ گئی ، خنساء نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے چار بیٹوں کو لے کر جہاد میں شریک ہو گئیں ، اس موقع پر خنساء نے جس جرأت و ہمت ایثار و قربانی اور صبر و تسلی کا مظاہرہ کیا ، اس کی یاد تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ رکھی ہے ، جنگ قادسیہ کے پہلے ہی شب کو بیس اس نے اپنے بیٹوں کو خود تیار کیا ، سامان حرب ان کے بدن پر آراستہ کر کے جہاد کی ترغیب دی ، حمیت ، غیرت ، اور اپنی عفت و عصمت کا واسطہ دے کر کہا ،

" میرے جگر کے ٹکڑو ، تم اپنے ملک پر بوجھ نہ تھے اور نہ تمہیں قحط سالی نے ، بلکہ ایک عظیم کام کے لئے تم وطن سے نکلے اور اپنے ساتھ بوڑھی سن رسیدہ ماں کو لے آئے اور اسے دشمنان اسلام اہل فارس کے سامنے ڈال دیا ، خدا کی قسم تم اپنے باپ کی خالص اولاد ہو جس طرح تمہاری ماں ایک ہے تمہارا باپ بھی ایک ہے ، میں نے تمہارے باپ کی امانت میں خیانت نہ کی ، لو اب جاؤ اور ابتدا تا انتہا اس جہاد میں شریک ہو کر جوہر دکھلاؤ "

چاروں بیٹوں نے ماں کی اس امانت میں خیانت نہیں کی ، اور نہایت ہی بہادری ، دلیری ، شجاعت سے لڑتے رہے ، یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے چاروں نے اللہ کی راہ میں شہادت کا لبریز جام پی لیا ۔

خنساء نے جب بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تو اس کے زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے " الحمد للہ الذی شرفنی بقتلھم ، کہاں زمانہ جاہلیت میں اپنے بھائیوں کے قتل پر اس کا رنج و غم ، آہ و بکا ، اور بے قراری دیدنی ۔ اور کہاں اپنے بیٹوں کی شہادت پر یہ اظہار تشکر ، خوشی و مسرت اور صبر و تسلی کی یہ حد ۔ یہ واقعہ بہترین اسلامی تعلیمات کا ایک بے مثال نمونہ ہے ۔

خنساء کے شعر کہنے کا اسلوب نہایت سادہ ، دلکش اور پر اثر ہے ، مرثیہ و فخریہ دونوں میں وہ ممتاز تھیں ، مرثیہ تو اس لئے کہ بھائیوں کے قتل نے اس کے خوابیدہ احساسات کو بیدار کر دیا ، شدت جذبات رنگ لے کر آئی ۔ فخریہ اس لئے کہ اس کا باپ قوم میں سب سے زیادہ معزز شخص تھا ، دولت و جاہ حاصل تھی اسکی شاعری میں مردانہ زور اور زنانہ رقت و سوز دونوں یکجا ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا مرثیہ احساسات میں شدت اور جذبات میں نزاکت پیدا کر دیتا ہے ۔

نابغہ ذبیانی بشار جو بہت اونچے شعراء میں تھے وہ بھی خنساء کی عظمت شاعری کا معترف تھا ۔ بڑے خاندان میں جہاں شعر و شاعری ، فصاحت و بلاغت کا سلسلہ جاری ہوتا تھا خنساء کو ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا ۔

یہ مرثیہ گو عرب شاعرہ جو ایک مدت دراز تک دوسروں پر درد و غم رہی سنہ ۲۴ھ میں دوسروں کو روتا چھوڑ کر اس عالم فانی سے رخصت ہو گئی ۔

اسلام کا شعار رہا ہے ہمیشہ اُنس

مفتون کوٹوی

اسلام کا شعار رہا ہے ہمیشہ اُنس
ہے اسم با مسمّٰی ۔ امن و اماں و امن
انداز پادشاہی بھی اعجاز فقر بھی
ہم کو تابش اسلام سے فروغ
کر کے ہم ضیائے محبت سے تابناک
ہاتھوں میں دے کے شمع مساوات و الفت
وہ رشتۂ مہاجر و انصار مرحبا !
ترک ہوس بھی ترک غرض ترک جور بھی
راحی ہر نے رعایا کے خادم بنے رہے
ہر جنگ پا کر دوستی حق کے بنے رہی
تو یہ کہ اب فضاؤں پہ چھائی ہوئی ہے جنگ
دنیا نے آج ہم بھی بھولا ہوا سبق

بیگانگی کو اُنس کے شایاں بنا دیا
صحرا کو بہ سبب گلستاں بنا دیا
ہم بوریا نشینوں کو سلطاں بنا دیا
ہم کو اسی نے شمع فروزاں بنا دیا
ذرّوں کو اس نے مہر درخشاں بنا دیا
تیرہ دلوں کو اہل چراغاں بنا دیا
اعدا کو ربط و ضبط سے اخوان بنا دیا
کمرہ رہا ہے دل کو گریزاں بنا دیا
جذبہ لیا تو خود کو نگہبان بنا دیا
حق ہی ہے خود کو غیر کو انساں بنا دیا
جس نے بشر کے خون کو ارزاں بنا دیا
روشن کریں ضیائے محبت سے پھر افق

ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی ———— ترجمہ شمس الحق ندوی

ہماری تہذیب کے تابندہ نقوش

قرآن مجید اور جنگ و دفاع

ہماری تہذیب کے انسانی رجحان و میلان کے مختلف پہلوؤں میں سے یہاں ایک نیا پہلو پیش کرنا چاہتے ہیں، وہ پہلو ہے جو ہماری ہی تہذیب میں پایا جاتا ہے۔ اور اسی کی خصوصیت ہے جس اخلاق نرم خوئی اور عفو و درگزر، ... رحم و لطف و کرم اس کے پیرووں کے لوگوں سے عفو و درگزر، ... اس کو ہر قوم کرتی ہے خواہ وہ کتنی ہی وحشی و غیر مہذب ہو، لیکن جنگ کے زمانہ میں حسن سلوک کرنا اور دشمنوں کے ساتھ نرمی برتنا اور وہاں انسانیت کو داغدار نہ ہونے دینا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر رحم کرنا، اور مفتوح و مغلوب قوم کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرنا ہر قوم کا شیوہ نہیں، اور نہ ہر سالار ایسا اوصاف کا حامل ہو سکتا ہے، خون میں منظر خون کو بھڑکاتا اور اشتعال پیدا کرتا ہے، اور عداوت و دشمنی، غیظ و غضب، بغض و کینہ کی آگ کو بھڑکاتے ہیں اور اسی طرح فتح کا سرور و خوشی و سرمستی فاتحین کو نشہ میں سرشار کر دیتی ہے، پھر وہ سخت انتقام لیتے ہیں۔

قدیم و جدید، عہد حاضر و عہد ماضی کی حکومتوں کی تاریخ ہم سے نقل نہیں کرتی ہے۔ بلکہ درحقیقت جس وقت سے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا ہے اس وقت سے تاریخ انسانی اس کو بار بار دہرا رہی ہے۔

(اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین)

(جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی تو اس دوسرے نے کہا میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا تو اس ایک نے جواب دیا کہ خدا متقیوں ہی کا عمل قبول فرماتا ہے)

انہیں تاریخوں میں یہ تاریخ ہماری تہذیب کے سوا جب قومیں ... شہروں اور ملکوں اور کمزوروں کے سر پر ... رکھتی ہے۔ جب کہ تہذیب ہمارے تمام پہلوؤں میں صرف انہیں جنگ کے سخت ترین اور ہولناک زمانہ میں بھی انسانی ... اور عدل و انصاف، رحمت و شفقت کا ثبوت ... غالب آنے کے بعد حالات پر کسی طرح کا انتقام ... مرہم ... ہوئے رہا۔

ہماری تہذیب نے جنگ کے اصول و ضوابط ... انسانی اقدار کی ... ثبوت دیتا اور صداقت کے ساتھ بیان کیا ہوتا جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں تو یہی بجا کہنا کہ وہ ایک ایسی کہانی اور من گھڑت داستان ہے جس کا روئے زمین پر کوئی وجود نہیں۔

جس وقت ہماری یہ تہذیب وجود میں آئی اس وقت دنیا جنگل کے قانون پر چل رہی تھی، طاقتور کمزور کو ستا اور مار رہا تھا۔ مسلح شخص نہتے کو غلام بنا رہا تھا، جنگ ایک ایسی عادت و خصلت ہے جو تمام زمان اور شریعتوں، قوموں اور قبیلوں میں بلا کسی قید و پابندی، حق و ناحق جائز و ناجائز کی تفریق کے جاری و مسلم رہتی ہے۔

جو قوم بھی دوسری قوم کے ملک و مال پر غالب ... سکتی اور اسے اس کے دین و عقیدہ کے ترک کرنے پر مجبور کر سکتی ہے، مردوں اور عورتوں کو غلام بنا سکتی تو وہ بلا روک ٹوک اور اس کو کوئی عیب لگنے کے بغیر یہ سب کچھ کر گزرتی، ہماری اسلامی تہذیب اس غلط طریقہ کو ماننے و پسند کرنے کی روادار نہیں ہوئی جس میں انسانیت مجروح ہوتی ہے، بلکہ اس نے اعلان کیا کہ مختلف قوموں کے باہم ملنے جلنے اور تعلقات کی اصل غرض باہمی تعارف، جان پہچان اور مدد و تعاون ہے۔

"یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا" (اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو)

اس وجہ سے صلح و آشتی ہی قوموں کا اصل طریق و تعلق تھا۔

"یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ" (اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ)

لیکن جب کوئی قوم اس سے مزاحم ہو یا دوسری قوم سے جنگ و عداوت ہی پر ... ہوتی ہے تو اس صورت میں ہماری تہذیب ... ہے کہ وہ ظلم و زیادتی کا مقابلہ کرے ... جو ظلم و ستم کے دروازے کو کھولنا چاہتا ہے ... کو اس میں ... پیدا کر ...

"واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم"

اس آیت کے مطابق ... ہے بلکہ ضروری ہے اور جس قوم کے صلح و امن سے ... خون بہاتی ہے تو پھر اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ صلح کو تسلیم کرے، اور اسی کی طرف پیش قدمی کرے۔

"وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ" (اور اگر وہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوتے ہیں تو تم بھی صلح کو قبول کر لو اور خدا پر بھروسہ کرو)

اور اگر وہ جنگ ہی پر آمادہ ہوں تو قوت کا جواب طاقت ہے اس نازک پوزیشن کے وقت ہماری تہذیب کے اصول و قوانین ملک پر قبضہ کرنے اور حصول مال کی غرض سے جنگ کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں، ہاں جب اس پر کوئی قوم حملہ آور ہوگی (یا انکے ان بہترین اصول و ضوابط کی تبلیغ کرنے کے مقصد میں) روکیں گے اور کسی قوم سے اس کو خطرہ ہوگا اور جن لوگوں سے یہ برسرپیکار ہوگی (اور طاقت کا جواب طاقت سے دے گی)۔

"وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم" (اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں)

ہماری تہذیب میں جنگ کا شرعی جواز دو مقصدوں کی وجہ سے ہے۔

۱۔ قوم کے عقیدہ اور اخلاقی قدروں کی پاسبانی و حفاظت۔

۲۔ قوم کی عزت و آزادی کی حفاظت اور اس کی بقا و سلامتی۔

"وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ" (اور تم ان لوگوں سے جنگ کرو تاکہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ کے لئے ہو جائے)

جو قوم مسلمان جنگ کرتی ہے اس کے پیش نظر عقیدہ ہی کی آزادی مقصود نہیں بلکہ لازم ہے کہ وہ سامنے ... کی حفاظت و دفاع میں ... تمام ادیان اور عبادت گاہوں کی حفاظت و نگہبانی کرے۔

"ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا" (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو وہ خانقاہیں اور عبادت خانے ... جن میں اللہ کا بکثرت ذکر ہوتا ہے ڈھا دئے جاتے)

ہماری تہذیب نے جس چیز کو سب سے زیادہ ... کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسری قوم کے ... لوگوں کا دفاع اور حفاظت ہم پر ایسے ہی ضروری ہو گیا ہے جیسے اپنی آزادی و عزت کا بچاؤ ضروری ہے۔

"وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا" (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں کرتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارے لئے ولی اور دوست بنا اور اپنے پاس سے ہمارے لئے حامی و مددگار بنا۔)

یہ جنگ جو عقیدہ و آزادی اور امن و امان کے بچاؤ اور حفاظت کی خاطر کی جاتی ہے دینی اور شرعی جنگ ہے جو خدا سے ملاتی اور ہمارے شہیدوں کو جنت عطا کرتی ہے، یہی وہ جنگ ہے جس کو ہماری تہذیب خدا کی راہ میں جنگ کے نام سے موسوم کرتی ہے، اس کے علاوہ جو بھی جنگ ہوگی وہ ظلم و سرکشی اور جبر و تعدی کی جنگ ہوگی، ہماری تہذیب کی جنگ اور دوسری قوموں میں رائج جنگوں کا یہ امتیاز بیان کیا گیا ہے۔ "الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا" (جو لوگ ایمان والے ہیں وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو، شیطان کی چال بودی ہوتی ہے)

ہماری تہذیب جب خدا کی راہ میں جنگ کرتی ہے تو وہ کیسا ہی عجب طریقہ ہے، اس کا طریقہ سراسر بہتر اور عزت و بزرگی ہے اور دوسرے لوگ سرکشی اور شیطان کی جنگ کا اعلان کرتے ہیں اور شیطان سراپا شر اور فساد و بگاڑ ہے۔ جب ہماری تہذیب میں جنگ کا مقصد ہی خیر ہو تو جب وہ خدا کی راہ میں جنگ کا اعلان کرتی ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسے اسباب اختیار کرے جو شر و فساد اور ظلم و تعدی پیدا کرے۔ اسی وجہ سے ہماری تہذیب کا جنگی اصول یہ ہے کہ وہ صرف اسی قوم سے برسرپیکار ہو جو جنگ آزما ہو جو اس پر حملہ آور ہو اور اس کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنائے —— (۱)

نواب محمد [illegible] علی خاں (نواب صاحب [illegible])

کل ہند امارت شرعیہ کا قیام ——— ایک ملی فریضہ

[illegible] عالم میں اتحاد ملت اور مرکزیت کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے واضح ہے جن کی روشنی میں [illegible] کہ نظام خلافت و امارت شرعیہ کا قیام ایک دینی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلافت کا منصب [illegible] کا حامل ہے اور امارت شرعیہ ملکی یا علاقائی اعتبار سے اجتماعیت اور دینی مرکزیت کا ذریعہ ہے۔ [illegible] اسلام کے لئے نظام اسلامیہ کا احیاء جس قدر ضروری ہے اسی قدر ضروری اس امر کا بھی ہے کہ ہندوستان [illegible] کی اجتماعیت اور دینی مرکزیت کے لئے امارت شرعیہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ مسلمانوں کے مذہبی و سماجی رہنماؤں پر یہ دینی فریضہ عائد ہے کہ اس کام کو ایک مقصد کے طور پر انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ وہ [illegible] بے شمار کامیابیوں کا [illegible] خیر کثیر کا ذریعہ [illegible] گے مگر ہمیں تو خود اس کو ایک مقصد بنا لینا چاہئے کیونکہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت [illegible] یہ ہے کہ وہ نتائج سے نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ اور رسول برحق [illegible] کے احکامات کو بجا لانا ہی اپنا مقصد قرار دیتے [illegible] اور پھر اللہ تعالیٰ خود اس طرح عطا فرماتے کہ [illegible] سامنے آ جاتیں اور عقلیں حیران ہو جاتیں گویا آسمان سے برکات نازل ہو رہی ہیں [illegible] کے سوتے ابل رہے ہیں۔ ہمارے سامنے [illegible] واضح ہو جانا چاہئے کہ ہم بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ [illegible] نظام ہدایت کے [illegible] کی [illegible] اسی ہدایت [illegible] ہے اور اس میں ہے اللہ تعالیٰ [illegible] اور [illegible] کا موجب ہو گی۔ اسلئے خلافت اور امارت کے معاملہ کو فوری [illegible] کی [illegible] ضرورت [illegible] ہے۔ یوں تو وہ بھی واضح ہے مگر ہمارا ایمان [illegible] چاہئے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] حکم کے بجا لانے کے نتیجہ میں جو کچھ عطا ہو [illegible] ہماری [illegible] سے کہیں زیادہ ہو گا۔

مورخہ ۱۱ مارچ [illegible] کو دہلی میں [illegible] جماعت کا جو اجلاس ہوا تھا اس میں [illegible] کے [illegible] ہو گا۔ [illegible] کے ذریعہ صدر محترم حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کی خدمت میں [illegible] کی تھی جس میں اول پر کل ہند امارت شرعیہ کے قیام کی [illegible] کے علاوہ میں ہوں کا [illegible] [illegible] پر اجلاس میں غور کرنے [illegible] لیکن [illegible] میں اس کی جو وجہ ہو؟

اس کے باعث میں [illegible] کے ذریعہ قوم کے خواص و عوام کے سامنے اسے پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ تجویز مختصر اور اجمالی تھی جس کا متن ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ تاہم یہ امر باعث مسرت و طمانیت قلب ہے کہ ملک کے مختلف حصوں سے علماء کرام کی امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز کی تائید موصول ہو رہی ہے۔ اخبارات کے ذریعہ حال ہی میں [illegible] اور میسور میں بھی امارت شرعیہ کے قیام کی اطلاع [illegible] ہیں۔ اللہ تعالیٰ علمائے اسلام کی [illegible] کو مبارک و مسعود فرمائیں اور اپنی تائید، نصرت اور حمایت سے دینی و دنیوی فوائد سے بہرہ ور فرمائیں۔ آمین

"تجویز" ——— کل ہند امارت شرعیہ کا قیام ——— شرعی امارت کا قیام دینی اعتبار سے کس قدر ضروری ہے علمائے اسلام اس سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں گے اور اس کا احساس ہو گا۔ ہم عامیوں کے نزدیک اسکا جو علم ہو اس کے باوجود اس کی ضرورت کا احساس شدید ہے۔ اسباب و نتائج کے اعتبار سے کل ہند امارت شرعیہ کے قائم ہو جانے سے ملت کو جو فوائد حاصل ہوں گے ان کے علاوہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اجتماعی تعمیل کے باعث ملت کو [illegible] نصرت الٰہی اور [illegible] بھی حاصل ہوں گی کہ عقلیں حیران رہ جائیں گی ——— میری تجویز یہ ہے کہ یہ اہم مسئلہ [illegible] مشاورت کے زیر [illegible] لایا جائے اور وہ اس طرح کہ مجلس مشاورت کی دعوت کے ذریعہ پورے ملک کے علمائے کرام اور ملت کے صاحب الرائے حضرات کا ایک کنونشن اس غرض کے لئے طلب کیا جائے اور اسکے مشورے سے پورے ملک کے لئے ایک امیر شریعت اور مجلس شوریٰ کا انتخاب کر لیا جائے۔ مجلس شوریٰ پچاس سے [illegible] ہو جن میں [illegible] منتخب اور [illegible] امیر کے نامزد کردہ ہوں۔ مجلس شوریٰ امارت شرعیہ کا دستور مرتب کرے گی اس پر عمل [illegible] ہو۔ ابتدائی مقاصد حسب ذیل ہوں [illegible] قرار دیئے جائیں۔

(۱) ——— نظام قضاء
(۲) ——— دینی تعلیم و نظام مدارس دینیہ
(۳) ——— پرسنل لاء کا تحفظ و نفاذ
(۴) ——— تبلیغ اسلام

[illegible]

خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا شخص وہ ہے جسکی نظر میں اسکی مخلوق سب سے زیادہ پیاری ہو۔

عن انس و عن عبد اللہ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

ترجمہ: حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے عیال نہیں لیکن اس سے بڑھ کر اس کے لئے اس کی مخلوق ہے تو اسکی ساری مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جس کی نظروں میں اس کی مخلوق سب سے زیادہ پیاری ہو۔

شرح: عیسائیت یہ کہتی ہے کہ خدا اور ابن آدم کے درمیان جو رشتہ تھا وہ ابویت کا رشتہ تھا اسی لئے اس کا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں جگہ جگہ جب اپنے خدا کو پکارا ہے تو "اے باپ" کہکر پکارا ہے۔ لیکن اسلام یہ کہتا ہے کہ خدائے قدوس اور ایک مخلوق میں رشتہ کیا وہ اس تعبیر کو مجازاً و استعارے کے رنگ میں بھی ناقابل برداشت سمجھتا ہے یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر اس کی مخلوق اس کو نعوذ باللہ باپ ادا نہیں کر سکتی تو پھر کس رشتے سے [illegible] کرے، اسلام کہتا ہے کہ اس کا صرف ایک رشتہ محبت ہے اور یہ اس کی تمام مخلوق میں مشترک ہے۔ لفظ اب (باپ) کی بجائے رب (یعنی پالنے والا) کا تصور پیش کرتا ہے۔ اسی لئے سورۂ الحمد میں اللہ کی صفات میں سے پہلی صفت رب العلمین کی ارشاد فرمائی گئی یعنی اس کو اب (باپ) کہنا غلط ہے وہ رب ہے اور رب بھی وہ جو رب العلمین ہے ورنہ یوں تو کسی درجہ کی ربوبیت ہر باپ میں اپنے بیٹے کے لئے موجود ہوتی ہے۔ مگر اللہ وہ ہے جس کی ربوبیت اتنی وسیع اور اتنی محدود ہو اسکی ربوبیت ربوبیت حقیقیہ اور اتنی وسیع ہے کہ اس کے احاطہ میں اسکی ساری مخلوق داخل ہے اسی لئے اسلام کی تعلیم کردہ محبت میں ایک انسان ہی نہیں بلکہ اس کی تمام مخلوق داخل ہے اسی لئے اسلام کی تعلیم کردہ محبت میں ایک انسان ہی نہیں بلکہ اس کی تمام مخلوق کو بھی حصۂ رسد ملتا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے محبت کرنے کا ہی دوسرا نام ہے۔ جیسی خدا کی محبت کی راہ رسول کی محبت میں پھر رسول سے صحابہ کی محبت میں اور [illegible] مومنین کی محبت میں پھر اس کی تمام مخلوقات کی محبت میں [illegible] خدا کی محبت [illegible] ان محبتوں کو عبور کرنا ناگزیر ہے جو ان محبتوں سے گزر جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی محبت پکڑ رہا ہے [illegible] ضرور ہے کہ اسکی صورتیں مختلف ہیں ظاہر ہے جب کوئی عضو شل ہو جاتا ہے تو اس [illegible] اور جب کہ کوئی درخت اگر بالکل خشک ہو جائے تو اس کو پانی دیتے رہنے سے [illegible] جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلامی نظر میں خدا تعالیٰ صرف معبود ہی نہیں بلکہ محبوب بھی ہے اور محبوب بھی وہ کہ اس کی محبت میں [illegible] کہ اسکی پیاری ساری مخلوق بھی نظروں میں محبوب بن جائے اور وہ [illegible] سلوک نہیں کہ اسکی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا وہ سلوک کیا جائے جو اس کے [illegible] بن سکے ——— اسلام پر اعتراض کرنے والے تاریخ سے پوچھ کر دیکھیں کہ جب تک کوئی جماعت یا فرد [illegible] پیاری مخلوق کے لئے [illegible] کر رہ گیا اسلام نے کبھی بھی اس کی طرف نظر اٹھا کر [illegible] ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل یقول یوم القیامۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یا رب کیف اعودک وانت رب العالمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب العالمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو اطعمتہ لوجدت ذلک عندی یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک وانت رب العالمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لو سقیتہ وجدت ذلک عندی۔ رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث قدسی میں روایت ہے کہ قیامت میں خدائے قدوس ایک بندہ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا، اے ابن آدم میں بیمار تھا اور تو نے میری عیادت نہ کی وہ [illegible] [illegible]

محمود الحسن ندوی ایم۔ اے

ماریشس کے مسلمان اور اسلام مخالف قادیانی بہائی، اور عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں۔

ماریشس بحر ہند میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کا رقبہ صرف ۷۲۰ میل مربع ہے آبادی تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ ہے۔ یہاں کے باشندے زمانہ قدیم [illegible] ملکی اور خارجی عناصر سے مخلوط ہیں جو اس جزیرہ میں آ کر آباد اور سکونت اختیار کر لی ان میں مختلف النسل چینی، ہندوستانی، فرانسیسی اور انگریز شامل ہیں۔

ماریشس ہمیشہ سے غیر ملکی بڑی طاقتوں کی زور آزمائی کا شکار رہا ہے۔ [illegible] اور انگریزوں نے باری باری اس جزیرہ پر قبضہ کیا لیکن ۱۸۱۰ء میں برطانیہ نے قبضہ کر لیا اور اس تاریخ سے برطانوی سامراج کا ایک جزء ہو گیا۔

اس وقت ماریشس میں دستوری حکومت ہے پارلیمنٹ ہے اور اقتدار اعلیٰ کی مدد کے لئے منتخب شدہ ارکان ہیں [illegible]

مسلمانوں کا داخلہ:

ماریشس میں اسلام کی دعوت [illegible] افریقہ میں اسلامی دعوت کے [illegible] مشہور ہوئی۔ [illegible] بیان کیا جاتا ہے کہ [illegible] مسلمان [illegible] اسلام کو [illegible] اسلام کی دعوت اس جزیرہ تک پہنچی [illegible] اسلام کو جزیرہ میں [illegible] جزیرہ اسلام کے [illegible]

[illegible]

اس وقت جزیرہ میں ۸۰ مسجدیں ہیں۔ مسجدوں میں قرآن کی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ صرف ماریشس کی راجدھانی پورٹ لوئیس میں چھ مسجدیں ہیں۔

مسلمانوں کی تعداد:

ماریشس کی مجموعی آبادی کے اعداد و شمار سرکاری طور پر نہیں لئے اس لئے مسلمانوں کی تعداد بھی صرف اندازوں اور قیاسات پر مبنی ہے۔ ایک عام اندازہ کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ۱۱۰،۰۰۰ ہے لیکن اس تعداد کو گھٹا کر پیش کیا جائے تو وہ ۸۰ ہزار ہی رہ جاتی ہے اور بڑھا کر پیش کیا جائے تو ۱۲۰،۰۰۰ ہو جاتی ہے۔

مذکورہ اعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں اور اسی وجہ سے مسلمانوں کی [illegible] اچھی نہیں ہے اور مسلمان خود مختلف فرقوں اور مذاہب میں منقسم ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد اور دیگر مذاہب کے اعداد و شمار اس طرح ہیں:

ہندو	۳۰۰،۰۰۰
عیسائی	۲۰۰،۰۰۰
مسلمان	۱۱۰،۰۰۰
چینی	۲۰،۰۰۰
اور دوسرے مذاہب	۵۰،۰۰۰
میزان	۷۰۰،۰۰۰

مسلمانوں کی اقتصادی حالت:

ماریشس مسلمانوں کی اکثریت [illegible]

[illegible]

برداشت نہیں کر سکتے ہیں اور جو طلباء پڑھتے ہیں وہ مالدار اور خوشحال مسلمانوں کے لڑکے ہوتے ہیں جن کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

مسلمانوں کی مذہبی حالت بھی متوسط سے نیچے ہے دین سے بے تعلقی اور لاعلمی اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ کالج پڑھ جانے والوں کی تعداد ایک سال کے لئے صرف ۱۲ ہی ہوتی ہے اس کا بنیادی سبب واعظوں، استادوں اور مدارس میں تعلیم کی کمی ہے۔

اس جزیرہ میں مسلمان ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ دیہات، شہر ہر جگہ موجود ہیں اور اپنے ساتھ مدرسے اور مسجدیں بھی لئے ہوئے ہیں لیکن یہ مدارس اور مسجدیں لوگوں کی عنایتوں کے محتاج ہیں۔ ان کو استادوں کی ضرورت ہے نصاب کی دینی کتابیں نہیں ہیں اور عربی زبان کی قواعد کی کتابیں بھی اسی طرح کمیاب ہیں۔

مسلمانوں کے دوسرے مذاہب والوں سے تعلقات اچھے نہیں ہیں بلکہ خراب ہیں اور کشیدہ رہتے ہیں اور بہت سے معاملات میں دونوں میں بالکل علیحدگی پائی جاتی ہے ہندو اکثریت میں ہونے کی وجہ سے سیاست پر قابض ہیں۔۔۔۔ چینی اگرچہ بہت ہی کم ہیں، لیکن اقتصادیات پر قبضہ ہے اور خاص طور سے راجدھانی کی اقتصادیات۔

ماریشس میں مسلمانوں نے یتیموں کے لئے بھی انتظام کیا ہے اور اس کے لئے علامہ عبدالعلیم صدیقی مرحوم نے ایک مخصوص ادارہ قائم کیا اس میں اس وقت [illegible] یتیم ہیں اور حکومت ہر مہینہ ہر یتیم کو [illegible] روپیہ امداد کے طور پر دیتی ہے۔

۱۹۵۲ء میں مسلمان نوجوانوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا اور خراب حالت کی اصلاح کی فکر ہوئی اور مخالف حالات سے مقابلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اسلامی تنظیم قائم کی جس کا اولین مقصد مسلم عوام کی بہتری کے لئے کام کرنا تھا۔ اس کا مرکز راجدھانی میں رکھا البتہ اس کی شاخوں کو دوسرے شہروں اور قصبوں تک پھیلایا۔ اس کے علاوہ بھی دوسری چھوٹی تنظیمیں ہیں جن کا دائرہ محدود ہے۔ زکوٰۃ وصول کرنا، غریب مسلمانوں کے مرنے والوں کی تجہیز و تکفین، اور مدرسوں [illegible] مختلف مدرسوں میں [illegible] اور دستکاری کی [illegible] ہے۔

قانون ساز ایوان:

قانون ساز ایوان کا لقب [illegible] ہے جو اقتدار اعلیٰ کو حکومت چلانے میں مدد کرتا ہے۔ اس کے ۵۲ ارکان ہیں۔ ۴۰ ارکان منتخب ہو کر آتے ہیں اور ۱۲ کو خود ایوان منتخب کر کے متعین کرتا ہے اور ۳ سرکاری عہدیدار ہیں۔ مسلمانوں کی نمائندگی [illegible] ارکان کرتے ہیں، ان میں سے دو وزارت کے عہدے پر فائز ہیں۔ انتخاب کا حق سب کو حاصل ہے۔ ایوان کا انتخاب ہر پانچ سال ہوتا ہے اور جس طبقہ کو کوئی سیٹ نہیں ملتی ہے اس کے ارکان حاکم مقرر کرتے ہیں۔ مسلمان چونکہ اقلیت میں ہیں اس لئے وہ کچھ نہیں کر پاتے ہیں اور کسی اہم کام کو سرگرمی اور دلچسپی سے انجام نہیں دے پاتے ہیں۔

عیسائی مشنریاں:

عیسائیوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے لیکن ان کی تبلیغی سرگرمیاں بہت ہی مضبوط اور مربوط ہیں۔ ان کے مدرسے ترقی یافتہ ہیں اس لئے ہر شخص اس میں زیر تعلیم رہنا چاہتا ہے۔ مسلمان لڑکوں کی ایک بڑی تعداد ان مدرسوں میں زیر تعلیم ہے اس وقت ماریشس میں ۱۵۰ مبلغ اور ۲۲۶ راہب ہیں۔

قادیانی اور بہائی سرگرمیاں:

قادیانی اس جزیرہ میں ۵۰ سال قبل آئے اور اس وقت سے ان کی تعداد صرف [illegible] ہے لیکن وہ لوگ [illegible] ہیں اور بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں، اسلام کا نام لے کر تبلیغ کا کام کرتے ہیں، اگرچہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ آپس میں اتفاق ہے، عوام اور طلباء میں کتابیں تقسیم کرتے ہیں، ضرورتمندوں کو وسائل مہیا کرتے ہیں اور آڑے وقتوں میں ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کی تعداد اتنی کم اور محدود ہے لیکن دولت کثیر ہے۔ [illegible] کے علاوہ کچھ بہائی بھی ہیں۔ لیکن ان کا [illegible] بہت ہی کم ہیں اور وسائل نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن ان دونوں طبقوں کی سرگرمیوں سے مسلمان پریشان ہیں۔!!

پرنٹر پبلشر مسئول
سید محمد حسنی
نے
[illegible] پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر
دفتر تعمیر حیات ندوہ سے شائع کیا۔
ایڈیٹر: [illegible]

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی!

مولانا حکیم سید حیدر علی رامپوری ٹونکی

[illegible] ٹونکی

جب ٹونک جیسی چھوٹی ریاست اپنے دامن میں سب کچھ سمیٹے ہوئے تھی۔

خدا بھلا کرے نواب میر خاں کا،
جن کے دم سے ریاست ٹونک وجود میں آئی
اور اپنے مختصر سے دورِ قیادت میں [illegible]
ہی نہیں بلکہ [illegible] اسلامی [illegible] قابلیت اور
سادہ اسلامیت کا سکہ جما گئی، جس کی
طرف علماء حرمین شریفین بھی عزت و قدر
کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جو ہندوستان
کا بغداد ثانی تھا اور جہاں سے علم کے
سوتے پھوٹ کر دنیا کو سیراب و
لالہ زار بنائے ہوئے تھے۔

اس ریاست کا ابتدائی دور وہ
تھا جب ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط
روز بروز بڑھتا جا رہا تھا، ان کی ریشہ دوانیاں
اس ملک کے [illegible] کو دیمک کی طرح چاٹ
رہی تھیں، اختلافات کی خلیجیں گہری ہوتی
جا رہی تھیں، دہلی پر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ایسے نامساعد [illegible] حالات میں
کچھ بہادر [illegible]
ایسے بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کے [illegible]
کوشش کی اور انگریزوں کو کچھ ایسے علاقے [illegible]
مجبور کیا جن پر ان کا اقتدار [illegible]
بہادروں اور ملت کے مجاہدوں میں ہمارے ٹونک کے
بانی ایک اسلامی ریاست کے امیر نواب میر خاں بھی تھے،
جنھوں نے ایک علاقہ [illegible]
اور اس طرح ٹونک [illegible] وجود میں آیا۔ اس ریاست
نے علم [illegible] اور علمی نوادرات کی حفاظت کی
اور انھیں [illegible]
اسلامی [illegible] رہے گا۔

یہ ریاست وہ ریاست تھی جہاں [illegible]
حضرت امیر المومنین سید احمد شہید [illegible]
تشریف لائے [illegible]
[illegible]
کوئی عظیم [illegible]
ہے جس کے قائم ہوتے ہی [illegible]
سلطنتوں کے امراء [illegible] یہاں آ کر جمع ہو گئے تھے
تمام اپنے علم و حکمت کے خزانے لٹا رہے تھے [illegible]

میں تو اس ریاست کی مدت بہت ہی
کم ہے لیکن جب اس کے عظیم کارناموں
پر نظر جاتی ہے تو عقل حیران ہو جاتی ہے
کہ اس مختصر سی مدت میں کیونکر یہ کارہائے
نمایاں انجام پذیر ہوئے۔ یہ وہ دور تھا
جب ٹونک کی ہر مسجد دارالعلوم بنی ہوئی
تھی، جگہ جگہ علماء کی مسندیں بچھی ہوئی
تھیں، کوئی فقہ کا زبردست عالم ہے تو
کسی کو فن حدیث میں ثانی نہیں، کوئی حکیم
حاذق ہے تو کسی کو فلسفہ و منطق پر کامل عبور،
علمی مذاکروں اور فنی بحثوں سے کوئی مجلس
خالی نہیں، علماء کا جو [illegible]
تھا، کوئی مشرق کا ہے تو کوئی مغرب کا،
کسی کا مسکن شمال ہے تو کوئی جنوب کا رہنے
والا، کوئی سمرقند و بخارا سے آیا ہے تو کسی
کا وطن کابل و قندھار ہے۔ غرض ٹونک
جیسی چھوٹی ریاست اپنے مختصر سے دامن
میں وہ سب کچھ سمیٹے ہوئے تھی جس نے
ہر ایک کو اپنی جانب متوجہ کر رکھا تھا۔
اس دور میں ٹونک علم کی ایک شمع تھی جس کی
طرف پروانے چاروں طرف سے دیوانہ وار
گر رہے تھے اور وہ سب کو ایک نئی زندگی دے کر
نکھار رہی تھی۔ اس نے اپنا مسلک یہ
بنا رکھا تھا:

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

[illegible] کوئی ایسا نہ تھا جس کو [illegible]
[illegible]

انھیں علمی نوادرات میں سے ایک نادرہ
[illegible] مولانا حکیم سید حیدر علی [illegible]
کا بھی تھا [illegible] اہل ٹونک [illegible]
[illegible] مجمع العلوم کی حیثیت
رکھتی تھی، فن فقہ و حدیث میں یکتائے زمانہ [illegible]
اور علوم عقلیہ میں [illegible] حاصل تھی، مولانا کی
[illegible] قرآن و حدیث [illegible]
[illegible]

ولادت:

جہاں تک مولانا کے خاندانی بزرگوں
کا تعلق ہے کہا جاتا ہے کہ مولانا شیخ جلال الدین
بخاری کی اولاد میں سے ہیں۔ مولانا کا خاندان
[illegible] دہلی میں مقیم تھا جہاں آپ کی ولادت
ہوئی۔ پھر مولانا کے والد مولوی [illegible] رامپور
منتقل ہو گئے جہاں مولانا کا ابتدائی تعلیمی زمانہ
گزرا اور اسی مناسبت سے آپ رامپوری مشہور ہوئے۔
صاحب [illegible] مولانا محمد حسن خاں صاحب ٹونکی
کے بیان کے مطابق آپ کے والد مولوی [illegible]
دہلی سے رامپور کے کسی گاؤں میں منتقل ہو گئے
تھے جہاں [illegible] میں آپ کی ولادت ہوئی۔

اساتذہ:

مولانا کا ابتدائی تعلیمی زمانہ رامپور
ہی میں گزرا پھر آپ علم کے حصول کی غرض سے دہلی اور
لکھنؤ بھی تشریف لے گئے۔ آپ کے اساتذہ میں سید
غلام جیلانی [illegible] مولانا عبدالرحمٰن قہستانی اور
شیخ رستم علی رامپوری کے نام خاص طور پر تذکروں
میں ملتے ہیں۔ لکھنؤ میں [illegible] کے حلقۂ درس میں
بیٹھے۔ دہلی میں آپ نے خاص طور پر شاہ ولی اللہ
صاحب کے خاندان سے استفادہ کیا۔ طب کی تعلیم
حکیم شریف خاں سے حاصل کی۔ حکیم شریف خاں آپ
کی ذکاوت اور علمی قابلیت سے بہت زیادہ متاثر
ہوئے۔ انھوں نے اپنے شاگرد رشید کو خاندانی نسخوں
سے مستفید ہونے کا خوب خوب موقع دیا۔ مولانا کے
اکثر اساتذہ ان پر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا شاہ
عبدالعزیز صاحب تو فرمایا کرتے تھے میرے [illegible]
شاگردوں میں ہر ایک [illegible] خصوصیت رکھتا ہے
اسماعیل کو اللہ نے دین کے لئے پیدا کیا، عبدالرحیم
[illegible] کو دنیا کے لئے اور حیدر علی کو دین اور دنیا
دونوں کے لئے پیدا کیا۔ مولانا کے حالاتِ زندگی سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کم عمری ہی میں درس و تدریس
کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، آپ کے درس میں طلباء کی
ایک بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ آپ جہاں کہیں بھی
تشریف لے جاتے اپنا سلسلۂ درس جاری رکھتے تھے۔
آپ کی شہرت اور قابلیت کے چرچے ملک کے ہر گوشہ
[illegible] رہے تھے۔ ہر ریاست آپ کو اپنانا
چاہتی تھی۔

مولانا ٹونک میں:

چنانچہ اس وقت کے
والیٔ ریاست نواب وزیر الدولہ نے جب آپ کی شہرت
سنی تو [illegible] کے ساتھ ٹونک آنے کی
دعوت دی۔ مولانا کی نظر میں نواب [illegible] کے
دینی رجحانات [illegible] تھے اس لئے آپ
نے [illegible] دعوت کو قبول کیا اور ٹونک
منتقل ہو گئے۔ [illegible]
تحریر فرماتے ہیں کہ:

"[illegible] میں مولانا حیدر [illegible]
خاں والی رامپور [illegible] نواب وزیر الدولہ والی ٹونک
[illegible] ٹونک تشریف لائے اور [illegible]
حاصل کی، نواب صاحب نے پوری قدردانی اور
[illegible]
[illegible] مولانا کا [illegible]
ماہانہ خاص مقرر فرمایا [illegible]
اور انتظام ریاست [illegible]
دو سال تک یہ خدمت بھی آپ سے [illegible]
[illegible] میں آپ نے اپنی خوشی سے اس عہدے سے سبکدوشی
حاصل کر کے [illegible] خدمت [illegible]
جناب [illegible] احمد علی [illegible] ریاست کی طرف سے آپ کے [illegible]
[illegible]"

[illegible]
علی ٹونک منتقل ہوئے [illegible]
ثانی جس کے افراد اب تک [illegible]
خدمت انجام دیتے چلے آ رہے ہیں [illegible]
خدمات ہمیشہ اہل ٹونک کے لئے باعث فخر رہیں گی۔
یہ مولانا کی ہی ذات تھی جن کے بھتیجے حکیم سید [illegible]
کے [illegible] منتقل ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا
اپنے برادر حقیقی مولوی احمد علی رامپوری خلیفۂ سید احمد
شہید کے بچوں سے بڑی محبت فرماتے تھے اور ان کی
تعلیم و تربیت کی نگہداشت کرتے تھے۔ [illegible]
احمد علی صاحب [illegible] نے آپ ہی کی نگرانی میں تربیت
پائی اور مولانا کے ساتھ وہ بھی منتقل ہو گئے۔ مولانا
کی تربیت نے خاندان کے ہر فرد کو [illegible]
مولانا کی نگاہ جس پر پڑ جاتی تھی وہ گوہر نایاب
بن کر نکلتا تھا۔ اس طرح حکیم صاحب کے خاندان نے
مولانا کی تربیت سے اپنا ایک الگ مقام بنا لیا۔
مولانا کی نرینہ اولاد [illegible]
مولانا کے برادر زادہ اور ان کی اولاد نے اپنی
اپنی علمی [illegible] مولانا کی [illegible]
بنا دیا۔ انھی لوگوں کی وجہ سے مولانا کے [illegible]
اور علمی [illegible] ایک [illegible] رہا ہے۔

مولانا کے ٹونک منتقل ہونے کے بعد بہت سے
شاگرد جو ان کے علم کے [illegible]
مولانا نے ریاست کی [illegible]
تدریسی سلسلہ [illegible] جاری [illegible]
[illegible] آج بھی وہ [illegible] مسجد
مولانا کے حلقہ درس کو نہیں بھولی ہے جو [illegible]
کے باہر [illegible] کے شمالی حصہ میں واقع ہے۔ یہ
وہ مسجد ہے جہاں طلباء کا جمگھٹا ہر وقت رہتا تھا،
جس میں قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں ہر وقت
گونجتی رہتی تھیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] قبرستان ہے جس میں مولانا مدفون ہیں [illegible]
[illegible] کی طرف منسوب ہے۔

شاگرد:

مولانا کے [illegible]
[illegible] آپ کے شاگردوں [illegible]

بھی ہیں شمار ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ کے شاگردوں میں مولوی امام الدین کشمیری ٹونکی، مولانا احمد علی چریا کوٹی، امیر علی سیاب، قاضی ہدایت علی صاحب گڑھی والا، شیخ احمد بن محمد الشیخ ونکی، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، برہان الدین ٹونکی، اور قاضی احمد الدین بگلی ای صاحب خوش الحان کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا پایہ علمی نہایت بلند تھا اور جن کا شمار علماء کی فہرست میں صف اول میں کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ مولوی عبد الحسین صاحب رامپوری، مولوی عبد الکریم مرزا کی خوشنویس اور مولوی محمد حسن صاحب مسکری بھی آپ کے شاگرد تھے۔ الغرض مولانا کا ہر شاگرد علامہ دوراں ثابت ہوا۔

وفات: مولانا جب تک ٹونک منتقل ہوئے تھے اس وقت تک وہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ گزار چکے تھے اور کبوت کی حدود میں داخل ہو چکے تھے مولانا نے بقیہ زندگی ٹونک رہ کر ہی گزاری اور یہیں پر ۲ محرم ۱۲۷۲ھ بروز دو شنبہ بعد زوال اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ معلوم مولانا کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی اور علمی حلقوں میں آپ کی وفات سے ایک کہرام مچ گیا۔ بہت سے حضرات نے آپ کی وفات پر تعزیتی قطعے اور نظمیں لکھیں جن میں سے ایک تاریخی قطعہ کا آخری شعر یہ تھا:

آہ! اس دنیا سے جنت کو گئے
سید دین مولوی حیدر علی

مولانا کی تدفین ان کی مسجد سے متصل جنوبی گورستان میں ہوئی جو آپ کی طرف منسوب ہے۔

رتبۂ علم: جہاں تک مولانا کے رتبۂ علم کا سوال ہے اس کا اندازہ ان کے شاگردوں کی فہرست دیکھ کر آسانی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ شاگردوں میں نواب صدیق حسن خان جیسے صاحب علم، مولانا احمد علی چریا کوٹی جیسے منطقی اور قاضی احمد الدین بگلی جیسے نکتہ داں موجود ہوں اس کے مرتبہ کا کیا ٹھکانا۔ مولانا کے شاگرد رشید نواب صدیق حسن خاں نے اپنی تحریروں میں مولانا کی صداقت اس طرح بیان کی ہے: "آپ نے بڑے فاضل، عالم اور دوسرے تمام علوم کے جامع تھے" ... طب میں خاص درجہ حاصل تھا اور حق گوئی کا یہ حال تھا ... دیا کرتے تھے ... اور لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے ... ریاست کے ... علماء اور امراء ان ... آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

" ... "

دیانت و امانت، عالم با عمل، فاضل بے بدل، ماہر علوم معقول و منقول و واقف فروع و اصول۔ مولانا سید حیدر علی کہ استاد علوم غریب و عجیب (نواب وزیر الدولہ) است، دانش و دانش ورزی گئی علوم دانش آنچناں ست کہ در سطور نہ زبانش گویند بجا است و اگر افلاطون و ہر شش منتقہ گفتہ سزد است۔"

علماء کی فہرست میں آپ کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

"مولوی مرحوم جیش الناس شفا الناس معدوم و مفقود اند و بجاریجا ئے ولادۃ ازمنہ ... عمر بہ قصر تحریر و بنوہش گزیر ... از شب ... دوجی از نور شمس فخی۔"

مولانا کو صرف علم ظاہری ہی میں نہیں بلکہ علم باطن میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ نے طریقہ کی تعلیم سید احمد شہید سے حاصل کی تھی۔ استاد مولانا سید ابو الحسن علی ندوی "سیرت سید احمد شہید" میں مولانا کے اساتذہ کا ذکر فرماتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

"حضرت سید صاحب سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی، ذکاوت، سرعت ادراک، جامعیت معقول و منقول، کتاب و سنت و اختلاف ائمہ سے واقفیت، تحر علمی میں سرآمد روزگار اور علوم حکمیہ میں بحر زخار تھے۔"

تصانیف: مولانا علیہ الرحمۃ نے کسی خاص فن میں کوئی متن یا شرح نہیں لکھی، البتہ رسائل کثیرہ ضرور آپ کے تصنیف کردہ ہیں اور یہ رسائل زیادہ تر وہ ہیں جن میں آپ نے اپنے مسلک عمل بالحدیث کی وضاحت کی ہے اور تقلید کا عدم وجوب ثابت کیا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کے اکثر رسائل اب نہیں ملتے۔ جو رسائل اب تک علم میں آسکے ہیں ان کی تفصیل مولانا والد محترم حکیم مولوی محمد عمران خاں صاحب (خلف الخاقانی) درج ذیل ہے۔

(۱) رسالہ اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ اور جلسہ کی العقود رہ۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ مولوی سید محبوب علی دہلوی کے ایک رسالہ کی تردید میں ہے۔

(۲) رسالہ ۲ اساس علی دعوۃ الناس۔ یہ اردو کا ایک رسالہ ہے۔ مولوی فضل رسول بدایونی کے سوالات عشرہ کے جواب میں ہے۔ مولوی فضل رسول نے تقویۃ الایمان جو اسماعیل شہید کی تصنیف کردہ ہے اعتراضات کئے تھے۔ مولانا نے اپنے اس رسالہ میں ان کی تردید کے ساتھ ساتھ ... اور مولانا اسماعیل شہید ... یہ رسالہ ۱۲۳۲ھ میں ...

(۳) رسالہ ... اور انتزاع الطلاق ... یہ ایک ... انگریز کے ... پر بحث کی گئی ہے۔

(۴) ... مسائل ... یہ مجموعہ ہے جس میں شاہ عبد العزیز صاحب، مولانا حیدر علی صاحب اور دیگر علماء کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں۔ اس میں مولانا کے بھی کئی فتاویٰ، مختصر رسائل شامل ہیں۔

(۵) اقامۃ السنۃ بالاثبات بدعت۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ اس کو آپ نے مولانا خلیل الرحمن صاحب مصطفیٰ آبادی رامپوری ٹونکی گلشن آبادی پسر ملا عرفان رامپوری صاحب رواردہ اور ملا رہ کے رسالہ "رسم الخیرات" کی تردید میں لکھا ہے۔ مولانا خلیل الرحمن اور مولانا حیدر علی کے درمیان اکثر مباحثے ہوا کرتے تھے اس لئے کہ مولانا حیدر علی عامل بالحدیث تھے اور مولانا خلیل الرحمن ولائتی سخت مقلد۔ مولانا خلیل الرحمن نے "رسم الخیرات" کے نام سے ایک رسالہ عربی میں لکھا تھا جس میں ایام مخصوصہ میں فاتحہ و ایصال ثواب کے بدعت ہونے کی تردید کی تھی۔ اس رسالہ رسم الخیرات کا پھر فارسی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام "اسم الخیرات" رکھا۔ مولانا حیدر علی نے "اقامۃ السنۃ بالاثبات بدعت" میں اسی رسالہ کی تردید کی ہے اور تردید بھی لفظاً بلفظ۔ یہ رسالہ انتیس اوراق پر مشتمل ہے۔ ۱۲۲۵ھ میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ رسالہ بڑا کے دیباچہ میں سید احمد شہید کی اصلاحات اور احیاء دین کا بھی تفصیل ذکر ہے۔

(۶) رسالہ در رسوم سوئم۔ یہ رسالہ بھی دراصل مولانا خلیل الرحمن صاحب کے رسائل کی تردید میں لکھا ہے۔ صراحۃً تو اس کا ذکر نہیں ہے البتہ درمیانی عبارات میں کنایۃً جگہ جگہ ذکر ہے۔

اولاد: مولانا کی نرینہ اولاد میں دو بیٹے سید یحییٰ اور سید زکریا تھے۔ سید یحییٰ اٹھارہ سال کی عمر میں لاولد فوت ہو گئے۔ سید زکریا عابد و زاہد اور عالم و فاضل تھے لیکن ان کا بھی زمانہ شباب میں انتقال ہو گیا تھا۔ ان کی اولاد میں ایک پسر محمد یوسف لاولد فوت ہو گئے تھے اور ... اور محمد ... دو دختران تھیں ان سے اولاد کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا حیدر علی کی تین دختران بھی تھیں۔ سعادت بی بی، سکینہ بی بی، اور ججیہ بی بی۔ جن سے مولانا کا خاندانی سلسلہ چلا ــــ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، مولانا نے اپنے برادر زادوں کو ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح سمجھا اور ان کی بہتر سے بہتر تربیت کی۔ آپ کی تربیت اور فیض رساں شخصیت کا اثر خاندان کے ہر فرد پر ہوا۔ مولانا کی کچھ خصوصیات آج بھی اس خاندان میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح مولانا کی علمی قابلیت کا سکہ ریاست کے ہر فرد پر تھا۔ آپ کا مخالف بھی آپ کے تبحر علمی کا گرویدہ تھا۔ مولانا کی خوش اور پختہ علمی صلاحیت سے خاص و عام سب ہی مرعوب تھے۔ مولانا اگر چہ عامل بالحدیث تھے اور علمائے احناف سے ہمیشہ مناظرے اور بحثیں ہوا کرتی تھیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مولانا کی علمی صلاحیت سے وہ بھی کما حقہ واقف تھے اور مولانا کو نظر میں قابل احترام شخصیت سمجھے جاتے تھے۔

فن طب میں تو مولانا ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی طبی خدمات بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ دہلی کے مشہور حکیم شریف خاں کے شاگردوں میں آپ کا شمار صف اول میں ہوتا ہے۔ حکیم شریف خاں کو آپ پر اتنا اعتماد اور بھروسہ تھا کہ اپنے بہت سے طبی نسخہ جات بھی نقل کرنے کی اجازت دیدی اور بہت سے قیمتی طبی ذخیرے بھی کر دئے۔

آخر میں اتنا عرض کرتا چلوں کہ مولانا کی ذات اور آپ کی علمی قابلیت کو دیکھتے ہوئے راقم کسی بھی اعتبار سے اس قابل نہیں تھا کہ آپ پر کچھ لکھ سکتا مگر جب آپ کے حالات بزرگوں سے کانوں میں پڑے اور کچھ کتابوں میں دیکھے تو بے اختیار طبیعت چاہی کہ آپ کی شخصیت پر کچھ لکھا جائے اور حق ادا ہوتے ہوئے بھی اپنی بساط بھر حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ربط ... یہ کوشش ... ہوئی ہے

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

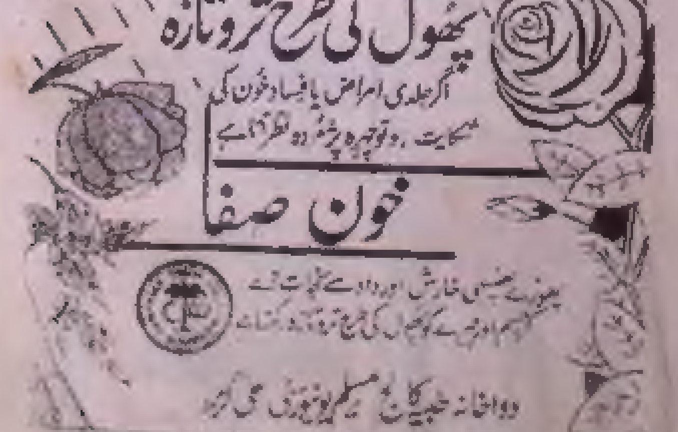

سیرالیون کے مسلمان

حفظ اللہ ندیم اعظمی ندوی

سیرالیون جنوبی مغربی افریقہ کا ایک چھوٹا سا ساحلی ملک ہے اس کے مغرب اور جنوب میں بحر اٹلانٹک اور مشرق میں لیبریا اور ورا اور گینیا کا کچھ حصہ اور شمال میں پھیلا ہے۔

اس کا رقبہ ۲۷۹۲۵ میل مربع ہے، اور آبادی ۳۰ لاکھ۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں برطانیہ کی غلامی سے آزاد ہوا، اور سنہ ۱۹۷۱ء میں جمہوریت کا اعلان کیا گیا ــــ سیرالیون میں مسلمانوں کی تعداد تیزی کے ساتھ برابر بڑھتی جا رہی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۹۶۱ء میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ % سے زیادہ تھی لیکن اس وقت ان کی تعداد ۷۵ % سے زیادہ ہے۔ چند سال قبل جو مردم شماری ہوئی تھی، اس کی رو سے مسلمانوں کی تعداد ۷۰-۷۵ % کے لگ بھگ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمان سب سے زیادہ ہیں پھر بھی اقتدار اقلی عیسائیوں کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

سیرالیون میں اسلام سولہویں صدی عیسوی میں گینیا، سینیگال اور نائیجریا وغیرہ کے مسلمان تاجروں کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اسلام کو وہاں کے معاشرہ میں اتنی اہمیت حاصل ہے کہ جب کوئی شخص کسی جرم و ناجائز یا حرکت سے براءت کا اظہار کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے "میں مسلمان ہوں"۔ یعنی وہاں کے عوام کے ذہنوں میں نقش کا بجز ہو گیا ہے کہ مسلمان برے اعمال کا مرتکب نہیں ہوتا ہے۔

سیرالیون کے مسلمانوں نے جدوجہد آزادی میں شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں کیونکہ وہ وطن عزیز عزت و ناموس اور دین کی نا طرفداری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے انگریزوں سے قبضہ کا [illegible] ــــ وہاں کے عوام آزادی کے حصول کے لئے برابر کوشاں رہے یہاں تک کہ ان کی مساعی کارگر ثابت ہوئیں سنہ ۱۹۶۱ء [illegible] انگریزوں نے ملک کی زمام اقتدار عیسائیوں کے [illegible] کے ہاتھ میں دے دیا ملک چھوڑ دیا۔

سماجی اور کلچر حالات:

سیرالیون میں دو قسم کے کلچر پائے جاتے ہیں ایک انگریزی کلچر [illegible] دوسرا مقامی کلچر جس کی [illegible] دوسرے کے ساتھ مبادلہ کرتے ہیں اور ملک [illegible] اسلامی مدارس اور اسکولوں میں اس [illegible] جاتی ہے، ادھر کچھ اسلامی اور عربی [illegible] کے مکاتب اور اسکولوں کے ذریعہ [illegible] بچوں کے بھی دینی رجحان بڑھ رہا ہے۔

سیرالیون میں اسلام چونکہ بہت تاخیر سے پہنچا ہے اور وہاں کے باشندوں کا زمانہ بت پرستی سے زیادہ قریب تھا اور اسلامی شعور ان میں خوب اچھی طرح جاگزیں نہیں ہوا تھا اس لئے بعض مسلمانوں میں بعض مشرکانہ عقائد پائے جانے لگے، ایک طرف تو وہ اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے تھے اور دوسری طرف ان چیزوں سے جو آباء و اجداد کے زمانہ سے ورثہ میں آرہی تھیں [illegible] کی وجہ سے التجا کرتے لیکن اسلامی اسکولوں کے کھلنے اور اسلامی تعلیمات کے پھیلنے کی وجہ سے یہ عقیدہ زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہا پھر بھی اس قسم کے عقائد رکھنے والے لوگوں کی اچھی تعداد میں باقی رہ گئے ہیں۔

سیرالیون کی سرکاری زبان انگریزی ہے، مسلمانوں نے ابتداء میں انگریزی زبان کی طرف توجہ نہیں کی جیسا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا انگریزی کے بارے میں رویہ تھا، اس لئے وہ میدان میں انگریزوں سے پیچھے رہے، جس کا خاص سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ اندیشہ تھا کہ ان کی اولاد فرنگی تہذیب سے متاثر ہو کر دین اسلام سے بیزار ہو جائے گی۔

مسلم تنظیمیں اور انکی خدمات:

کسی مسلم تنظیم یا جمعیت کے نہ ہونے کی وجہ سے تمام مسلمان اپنے اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہوتی یہاں تک کہ عید کی نماز میں بھی مسلمان ایک امام کے پیچھے جمع نہیں ہوتے تھے اس صورت حال کو دیکھ کر بعض تعلیم یافتہ اور طرح طرح کے مسلمانوں نے ایک انجمن کی تشکیل کی [illegible] جو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرے اور اس بات کی کوشش کرے کہ جمعہ و عید کی نماز میں تمام اہل محلہ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور امامت کی خدمت تمام لوگوں کی اجماعی [illegible] انجام دیں، اس طرح سے ایک انجمن سیرالیون مسلم کانگریس کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس انجمن نے قائم ہونے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی خدمات بہت خوش اسلوبی سے انجام دیں، لیکن [illegible] فروعی عناصر کے اس میں داخل ہو جانے کی وجہ سے [illegible] اس لئے کہ مسلمانوں کی [illegible] کرنے کو اپنا یوں کے مفاد میں کام کرنے لگی [illegible] انجمن کی

یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے کچھ مخلص علماء سے پاک و صاف ایک نئی انجمن قائم کی اس انجمن نے دس سال کے اندر سیرالیون کے اہم [illegible] میں [illegible] سے زیادہ اسلامی اسکول و مدارس قائم کئے جس میں وزارت تعلیم کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے اسی کے ساتھ ساتھ عربی کی تعلیم اور دینی تربیت بھی شامل ہے۔

انجمن کے تیز رفتاری سے مدارس کے قائم کرنے کی وجہ سے مسلمان اساتذہ کو مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اس لئے ان مدارس کو چلانے کے لئے مجبوراً عیسائیوں سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرنی پڑتی ہیں۔

سیرالیون کے شہر فری ٹاؤن میں ایک "جمعیت دعایہ" بھی ہے جو سنہ ۱۹۷۰ء میں قائم کی گئی ہے اس جمعیت کے اغراض میں سے جامع مسجد کی تعمیر بھی شامل ہے یہ فری ٹاؤن میں سب سے بڑی مسجد ہے اس مسجد سے متصل ایک مدرسہ دعایہ ہے۔ جامع مسجد اور مدرسہ دعایہ نے سیرالیون میں اسلامی تہذیب و تمدن کی نشر و اشاعت میں کام بڑے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی جمعیتیں ہیں جو ملک میں منتشر ہیں، لیکن ان کا کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں ہے جو احاطہ تحریر میں لایا جائے۔

سیرالیون میں اسلام:

برطانوی دور حکومت میں اسلام سرکاری طور پر دین تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور اس وقت مسلمان اقلیت میں شمار ہوتے تھے، وہ حقوق جو مسلمانوں کو اس وقت حاصل تھے اور اب بھی ان کو حاصل ہیں، ان میں سے خاص خاص یہ ہیں:

۱۔ مسلمان کا عدالت میں داخل ہونے سے قبل قرآن پر حلف اٹھانا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ مسلمان قیدیوں کے لئے نماز پڑھانے کے لئے امام مقرر کیا جاتا تھا۔

۳۔ مسلمان روزہ دار پولیس کا صبح کے وقت پریڈ کرنا معاف ہے۔

۴۔ وہ نکاح و طلاق جس پر امام بھی تصدیق کرے اس کا عمل ہوگا۔

مگر یہ حقوق مسلمانوں کے لئے ناکافی تھے اس لئے مسلمانوں نے جد و جہد کر کے مزید حقوق حاصل کئے جو یہ ہیں (۱۹۶۰) درج ذیل ہیں:

۱۔ سرکاری جلسے اور پروگرام کا آغاز پادریوں کی دعا اور اسلامی تلاوت قرآن سے ہوگا۔

۲۔ وزارت تعلیم کی جانب سے اسلامی مدارس قائم کئے جائیں گے۔

۳۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو [illegible] سرکاری تعطیل ہوگی۔

۴۔ مسلمان ملازمین کو جمعہ کے دن [illegible] نماز جمعہ ادا کرنے کی اجازت ہوگی۔

۵۔ ہر جمعہ کی شام کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے خاص پروگرام نشر کئے جائیں گے۔

قادیانیوں کی سرگرمیاں:

سیرالیون میں قادیانی مذہب پہلی جنگ عظیم کے زمانہ میں داخل ہوا، اور دوسری جنگ عظیم کے دوران اس کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں۔ قادیانیوں کو بڑھنے کا موقع اس وجہ سے اور مل گیا کہ برطانوی سامراج نے عیسائی مبلغین کا داخلہ بند کر دیا تھا چنانچہ قادیانیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے بہت سے اسکول اور لائبریریاں کھول دیں، ان لوگوں نے کچھ مسلمانوں کے گمراہ کرنے میں کامیابی بھی حاصل کر لی تھی لیکن جب سے مسلمان مبلغین کے داخلہ پر عائد کردہ پابندی ختم کر دی گئی ہے قادیانیوں کا زور روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔!!

بقیہ صفحہ [illegible] اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ [illegible]

[illegible]

یہود اور منافقین کا متحدہ محاذ

عبد القادر طاش الترکستانی
تلخیص و ترجمہ ۔ حبیب الرحمٰن بخاری

جب یہ کلمہ گو کہ یہ تحریک کے ذریعہ پہلے تو مدینہ کی ہجرت ہو چکی، مسلمانوں کا زور بڑھ ہونے لگا۔ منافقین کے دور [illegible] [illegible] جس کی [illegible] نے [illegible] منافقین [illegible]۔

اسلام [illegible] ریاست و حکومت قائم ہو گیا، ایک مجموعہ کی صورت [illegible] [illegible] قوت حاصل کر لی [illegible] داخل ہونے لگے۔ اسلام نے [illegible] اور مسلمانوں کی [illegible] [illegible] [illegible] اسلام میں داخل ہو گئی، [illegible] اسلام [illegible] [illegible] کو ختم کر دیا جائے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہود [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔

اس کا جوش اور بڑھا۔ یہود مناسب سمجھتے ہیں کہ ان اسباب کو تفصیلی طور پر دیکھا جائے۔

۱۔ یہود اس مقام [illegible] کا انتظار [illegible] وہاں کے ذہنوں میں یہ بات رچ بس گئی تھی کہ وہ خدا کی منتخب کردہ اور چہیتی قوم ہے [illegible] اپنے آپ کو ہی [illegible] سمجھتے تھے کہ وہ غیر قوم کو [illegible] نبوت [illegible]۔ [illegible] میں نفاق، چالبازی، مکاری اور فریب کا [illegible]۔

۲۔ اسلام نے مدینہ میں [illegible] اوس و خزرج کے درمیان محبت کا بیج بو دیا، اور [illegible] ایک بے مثال مضبوط اسلامی معاشرہ قائم کر دیا جس کی نظیر [illegible] [illegible] بات پر [illegible] کہ یہودیوں نے [illegible] مصلحت کی خاطر ان دونوں قبیلوں کے درمیان [illegible] اختلاف کا بازار گرم کر رکھا تھا [illegible] ان لوگوں نے نفاق [illegible] [illegible] اسلام [illegible] ہو گئے۔

۳۔ یہود اس بات سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔

۴۔ یہودیوں کو اس بات کا احساس [illegible] [illegible] [illegible]۔

ان مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر اسلام کے خلاف مخفی انتشار کرکے، اور نفاق کو آگے بڑھانے کی [illegible] [illegible] [illegible] منافقین کے ساتھ [illegible] تحریک کو تقویت پہنچائی [illegible] میں سرگرمیاں [illegible] [illegible] [illegible] یہودیوں کے بعض [illegible] جن کو انہوں نے اسلام کے خلاف استعمال کیا اور ان کو وسیلہ بنا کر [illegible] کا بیج مسلمانوں کے قلوب میں بویا ہے۔

۱۔ یہودیوں کی بعض جماعتیں انصار کے گھروں میں آتیں اور ان سے ظاہری اور بناوٹی دوستی کا اظہار کرتیں اور ساتھ ساتھ مشورے اور نصیحتیں بھی کرتیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے اجتناب کرو [illegible] [illegible]۔

۲۔ یہ یہود مسلمانوں کی کثرت [illegible] [illegible] [illegible] کو سکھایا کرتے اور خود بھی کرتے۔

یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور آپ سے یہ سوالات کرنے لگی کہ "قیامت کب قائم ہوگی" تو اسی سوال پر آیت قرآنی کا نزول ہوا۔ "یسئلونک عن الساعۃ" اور اسی کے ذیل میں ایک واقعہ کہ ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا کہ اس دنیا کا خالق تو خدا ہے، اور خدا کا خالق کون ہے؟

۳۔ منافقین تخریب والے کاموں کے کرنے میں ہمیشہ سرگرم و سرگرداں نظر آتے تھے، اور اپنی خواہشات کے مطابق دلیلیں ڈھونڈ کر نکال لے آتے، جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"وقالت طائفۃ من اھل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون"

۴۔ یہود مشرکین کو کثرت سے سوالات کرنے پر اکسایا کرتے تھے اور ان کی ترغیب دیتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی سوال کو کئی بار اٹھایا گیا کہ [illegible] [illegible] ۔

۵۔ یہود طرح طرح کی مخفی مجالس بپا کرتے تھے اور ان کا مقصد حضور کے خلاف منافقوں کو ابھارنا اور دشمنوں کو لڑائی پر آمادہ کرنا جیسے کہ مشہور یہودی بدر اس بات پر دلیل ہے۔

۶۔ یہود اپنے بغض و عداوت و کینہ پروری کی آخری منزل پر پہنچ چکے تھے، اس وجہ سے وہ مسلمانوں کی مجالس و محفلوں سے اظہار بغض و نفرت کیا کرتے تھے جیسا کہ شاس بن قیس یہودی کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ شاس بن قیس یہودی کا وہاں سے گزر ہوا تو [illegible] مجلس پر [illegible] دیکھنے میں [illegible] اور ایک نوجوان کو اس بات پر ابھارا کہ [illegible] جنگ بعاث کے واقعات چھیڑ دے۔ اس کمینے نے اسی طرح کیا جس کا نتیجہ نکلا کہ اوس و خزرج اپنے تفاخر و اشعار پڑھنے لگے اور جنگ تک کی نوبت آگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ تشریف لائے اور دونوں قبیلوں کو سمجھایا اور صبر و سکون کی تلقین کی، اور فرمایا یہ شیطان کے عمل سے ہے، اور دشمنوں کا مکر و فریب ہے۔ آپ کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ لوگ پشیمان ہو کر رونے لگے اور ایک دوسرے سے عفو و درگزر کا معاملہ کرنے لگے اور بغلگیر ہو گئے۔

یہود ہمیشہ اسلام کے خلاف مکر و فریب کیا کرتے اور ان راستوں کی تلاش میں رہتے تاکہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش بروئے کار لا سکیں اور [illegible] کو فساد میں مبتلا کر دیں اور [illegible] اسلامی معاشرہ میں ہوئے۔

Regd. No. L 1981 FORTNIGHTLY Phone : 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

ناصر انصاری جلگاؤں

ادیب کی ذمہ داری

چونکہ ادیب کو انسانیت سے نہایت گہرا تعلق خاطر ہوتا ہے، اسے عوام سے گہری ہمدردی ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کی اذیت سے خود بھی دکھ اور اذیت محسوس کرتا ہے۔ حساس ادیب کے افکار گویا پوری انسانیت کی روح کی پکار ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے قلم سے اپنے دور کے تہذیب و تمدن، نقش و نگار اور معاشرے کی صحیح تصویر کشی کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی معاشی نظریے کی عکاسی بھی۔

ادیب بہر حال سماج اور معاشرے کا ایک ممتاز جز ہوتا ہے۔ وہ بھی انسانی حاجات اور ضروریات کا حامل ہوتا ہے جن کی تکمیل لازمی ہے اس کے لئے بھی ذہنی فراغت اور دماغی سکون اسی قدر لازمی ہے جس قدر زندگی کے دوسرے وسائل کی اہمیت ہے اس کے وجود اور ادبی تخلیقات میں اس کی شخصیت، انفرادیت اور ادبیت کو کافی دخل ہے اس کے رشتے ہر ادیب کا فرض ہے کہ وہ انسان دوست ہو اور وہ اکثر و بیشتر انسان دوست ہی ہوتا ہے۔ وہ زندگی کو ارتقا کی جانب لے جاتا ہے وہ صرف [illegible] ایسا ادب پیش کرتا ہے جو زندگی کو اعلیٰ قدروں کی جانب لے جاتا ہے بعض ادیبوں کے علیحدہ علیحدہ نظریے اور معتقدات بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنی تخلیقات میں اپنے نظریوں اور معتقدات کو کسی نہ کسی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں اشتراکی یا ترقی پسند ادیب، اسلام پسند ادیب، [illegible] ادیب، تعمیری ادیب وغیرہ نہ جانے کتنی قسم کے ادیب پیدا ہو گئے ہیں۔ ہر ایک کا خیال ہے کہ وہ انسانیت کو ترقی کی جانب مائل کر رہا ہے لیکن ان تمام نظریات کی تفصیلات اور جزئیات سے بحث نہیں ہے۔

آپ کا ادب عوامی زندگی کا ترجمان ہو، عوام کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہو اس میں عوامی مسائل پر بحث کی گئی ہو، امن و سکون، صلح و آشتی کا پیغامبر ہو، آپ کا ادب فاتح ادب ہو، اسلام [illegible] انسانیت کا حامی ہو خواہ کچھ بھی ہو لیکن اگر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے وقت آپ کی تخلیق میں فن کا خلوص شامل نہ ہو، آپ زندگی کی نئی قدروں کو بطرز احسن پیش نہ کر رہے ہوں، آپ اخلاص مندانہ طور پر بین الاقوامی انسانی برادری کے لئے کوئی تعمیری پیغام نہ دے رہے ہوں تو آپ کا ادب زندگی کو آگے بڑھانے سے قاصر رہے گا۔ اگر آپ نے جرأت مندانہ طور پر امن و آشتی اور انسانی فلاح و بہبود کا نظریہ پیش نہ کیا ہو تو وقتی طور پر داد حاصل کر لینے کے سوا آپ کے ادب کو حیات جاوداں نہ مل سکے گی۔

کامل استفادہ میں وہ ادیب جو اعلیٰ فنی تخلیق کی صلاحیتیں رکھتے ہیں اور اپنے زاویۂ فکر و بیان سے اپنے ادب کو زیادہ دلکش و مفید بنا دیتے ہیں، جو اپنے علم و دانش کے لحاظ سے منفرد اور ممتاز ہیں جن کی عظیم انفرادیت اپنے ہم عصروں میں سربلند و باوقار بنا دیتی ہے۔ جن کی خوش نما ادبی صنعتوں میں ہم آہنگی اور دلچسپ تنوع بہت اہم ہوتے ہیں۔

ادیب کا فرض ہے کہ وہ مختلف فرقوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان محبت و یگانگت کے جذبات پیدا کرنے کی امکانی کوشش کرے۔ ایسا ادب تخلیق کرے جو انسانوں کے دلوں سے تعصب اور فرقہ پرستی کی بیخ کنی کر دے۔ تعصبات کی بنیاد رنگ و نسل میں امتیازات کے باعث ہوتی ہے۔ اسلام کو اس انفرادیت کا شرف حاصل ہے کہ اس نے رنگ و نسل کے امتیازات کی نفی کی ہے اور دنیا بھر میں پیدا ہونے والے انسانوں کو حضرت آدمؑ کی نسل قرار دیا ہے۔ خواہ وہ انسان کسی بھی خطۂ زمین پر پیدا ہوا ہو، کسی بھی رنگ و نسل کا ہو۔ وہ عالمگیر انسانی برادری کا ایک فرد ہے۔ اس نظریے کو اقبال نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

ادیب کا یہ فرض ہے کہ مادر وطن سے گہری محبت رکھے۔ اپنے وطن اور ملک کی ترقی اور اس کی عظمت کو تابناک بنانے کے لئے اپنے افکار و کردار کو وقف کر دے۔ نہ صرف اپنے وطن اور ملک کے امن کی پاسبانی کرے بلکہ عالمگیر امن میں بھی حصہ گیر ہو۔ بین الاقوامی انسانی حقوق پر نہ صرف ایمان رکھے بلکہ ان کے تحفظ میں کوشاں رہے۔ ادیبوں کو فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر یہ مصرع [illegible]

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

اپنی حکومت اور وطن سے گہری وفاداری کا عملاً اظہار کرنا چاہئے اور اپنی تخلیق [illegible] بنانے کے لئے حب وطن کے ساتھ ہی ماضی کی عظیم روایات کو بھی مدنظر رکھیں، اپنے معاشرے کی فلاح و بہبود احساس کے ارتقاء کی کوشش کریں۔ ماضی کی عظیم روایات پر جو ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہیں۔ محض فخر کرنے سے کام نہیں چلتا بلکہ ان کے تحفظ و بقا پر ہمیں اپنا خون جگر صرف کرنا چاہئے ان عظیم روایات کو مزید تابناک بنانے کے لئے اپنے افکار و خیالات کو وقف کر دینا چاہئے۔ علامہ اقبال نے عام انسانوں، شاعروں اور ادیبوں کے لئے ان دو اشعار میں نہایت قیمتی درس دیا ہے۔ ادیبوں کو اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ہر ادیب کو ان نظریات کا علمبردار ہونا چاہئے جن میں مادر وطن کی روح شامل ہو جو وطن کی قدروں کی عکاسی کرتے ہوں۔ ع

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر

لیکن ان نظریات کے ساتھ مذہب کو [illegible] ذکر نا چاہئے کہ [illegible] اور ملک کی زبان میں ہے [illegible] آدمی [illegible] یہی چیز قومی یک جہتی کو مضبوط و مستحکم بنا سکتی ہے۔

عربی زبان کی علمی، ادبی اور صحافتی دنیا میں
ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والے
ماہنامہ "البعث الاسلامی"
پندرہ روزہ "الرائد"
نے ممتاز مقام پیدا کر لیا ہے
عربی زبان میں ترقی، جدید اسالیب، آگاہی اور عربی ادب و صحافت میں اسلامی افکار و تحریر [illegible] کے لئے ماہنامہ "البعث الاسلامی" اور پندرہ روزہ "الرائد" کا باقاعدگی سے مطالعہ کیجئے۔
پتہ: پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

البعث الاسلامی
رئيس التحرير
محمد الحسني
مدير التحرير
سعيد الأعظمي

الرائد
رئيس المجلس
نائب الرئيس
رئيس التحرير
مدير المسؤول
AL-RAID